ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
19
www.tanzeem.org
29 رجب تا 6 شعبان المعظم 1436ھ / 19 تا 25 مئی 2015ء

اس شمارے میں

قومی یکجہتی

تربیت اولاد کے اسلامی اصول

کہنہ دماغ

والدین کا مقام
قرآن کریم کی روشنی میں

ایم کیو ایم: محبّ وطن یا......؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

قرآن مجید سے بے اعتنائی کا اصل سبب؟

قرآن کے مُنزَل من اللہ ہونے کا اقرار تو ہم کرتے ہیں لیکن اگر ہم اپنے دلوں کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمارے قلوب قرآن پر یقین سے خالی ہیں اور ریب اور شک نے ہمارے دلوں میں ڈیرا ڈالا ہوا ہے۔ ہماری اس کیفیت کا نقشہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ (الشوریٰ:14)

''اور جو لوگ وارث ہوئے کتابِ الٰہی کے ان کے بعد وہ اس کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ نہ ہمارے دلوں میں اس کی کوئی عظمت ہے، نہ اس کو پڑھنے پر ہماری طبیعت آمادہ ہوتی ہے، نہ اس پر غور و فکر کی کوئی رغبت ہم اپنے اندر پاتے ہیں اور نہ ہی اسے زندگی کا واقعی لائحہ عمل بنانے کا خیال کبھی ہمیں آتا ہے۔ اس پوری صورت حال کا اصل سبب ایمان اور یقین کی کمی ہے۔ اور جب تک اسے دور نہ کیا جائے کسی وعظ و نصیحت سے کوئی پائیدار نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو اچھی طرح ٹٹولے اور دیکھے کہ وہ قرآن مجید کو بس ایک متوارث مذہبی عقیدے (Dogma) کی بنا پر ایک ایسی مقدس آسمانی کتاب سمجھتا ہے جس کا زندگی اور اس کے جملہ معاملات سے کوئی تعلق نہ ہو، یا اسے یقین ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو اس کے لیے نازل ہوا ہے کہ لوگ اس سے ہدایت پائیں اور اسے اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنائیں ___ اگر دوسری بات ہے تو فھو المطلوب اور اگر پہلا معاملہ ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ ہماری ایک عظیم اکثریت کے ساتھ یہی صورت ہے، تو پھر سب سے پہلے ایمان کی اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، اس لیے کہ قرآن مجید کے تمام حقوق کی ادائیگی کا مکمل انحصار اسی پر ہے۔

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
ڈاکٹر اسرار احمد ؒ

الھدیٰ (659)

صرف اللہ پر توکل کرے

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃ بَنِیْ اِسْرَآءِیْل — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — آیت : 11

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ⑪

آیت ۱۱ ﴿وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ﴾ ’’اور انسان شر مانگ بیٹھتا ہے (اپنے نزدیک) بھلائی مانگتے ہوئے۔‘‘

یعنی انسان اللہ سے دعا کر رہا ہوتا ہے کہ اے اللہ! میرے لیے یوں کر دے‘ یوں کر دے۔ حالانکہ اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ جو کچھ وہ اپنے لیے مانگ رہا ہے وہ اس کے لیے مفید ہے یا مضر۔ اس طرح انسان اپنے لیے اکثر وہ کچھ مانگ لیتا ہے جو اس کے لیے الٹا نقصان دہ ہوتا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں فرمایا گیا ہے: ﴿عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾﴾ ’’ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو‘ اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے شر ہو‘ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے‘‘۔ چنانچہ بہتر لائحہ عمل یہ ہے کہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے انسان اپنے معاملات اس کے حوالے کر دے کہ اے اللہ! میرے معاملات تیرے سپرد ہیں‘ کیونکہ میرے نفع و نقصان کو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے: ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حسابِ کم و بیش را!

دعائے استخارہ میں بھی ہمیں تفویض امر کا یہی انداز سکھایا گیا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ، فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ

’’اے اللہ! میں تیرے علم کی بدولت تجھ سے خیر چاہتا ہوں اور تیری قدرت کی برکت سے طاقت مانگتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے فضل عظیم کا‘ بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں‘ تو سب کچھ جانتا ہے اور میں کچھ بھی نہیں جانتا‘ اور تو ہر قسم کے غیب کو جاننے والا ہے۔‘‘

بہرحال انسان کا عمومی رویہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ پر توکل کرنے کے بجائے اپنی عقل اور سوچ پر انحصار کرتا ہے اور اس طرح اپنے لیے خیر کی جگہ شر کی دعائیں کرتا رہتا ہے۔

﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ⑪﴾ ’’اور انسان بہت جلد باز ہے۔‘‘

اپنی اس جلد بازی اور کوتاہ نظری کی وجہ سے وہ شر کو خیر اور خیر کو شر سمجھ بیٹھتا ہے۔

فرمان نبویؐ

توکل کا ثمر

عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ، تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا)) (رواہ الترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر تم اللہ پر بھروسا کرو جیسا کہ بھروسا کرنے کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر واپس آتے ہیں۔‘‘

تشریح: جس طرح پرندے صبح کے وقت خالی پیٹ رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں اور شام کو فرحاں وشاداں اپنے گھونسلوں کو لوٹتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے ہر میدان میں محنت و مشقت سے کام لیں مگر بھروسا اللہ تعالیٰ پر کریں تو ان کی کامیابی یقینی ہوجائے گی۔ امن کی حالت ہو یا جنگ کی کیفیت، صحت وسلامتی ہو یا مرض اور بیماری ان کا بھروسا صرف اور صرف خالق کائنات پر ہونا چاہیے۔

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

29 رجب تا 6 شعبان المعظم 1436ھ جلد 24
19 تا 25 مئی 2015ء شمارہ 19

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادار یہ

مرزا ایوب بیگ

قومی یکجہتی

پاکستان مسلسل اور پے در پے سانحات کی زد میں ہے۔ یہ سانحات یوں وقوع پذیر ہو رہے ہیں جیسے کوئی لڑی ٹوٹ گئی ہو یا کسی بوری میں چھید ہو چکا ہو اور اس کے دانے وقفہ وقفہ سے گر رہے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے قومی جسد میں چھید ہو گیا ہے لہٰذا خون کی بوندیں تو اس سے مسلسل ٹپکتی رہتی ہیں، کبھی کبھی خون کا فوارہ بھی پھوٹ پڑتا ہے جس سے ہماری آنکھوں میں خون اترے یا نہ اترے سرزمین پاک پر پھیلے ہوئے اس خون سے ہمارے پاؤں ضرور جم جانے لگتے ہیں۔ خون کا یہ فوارہ کبھی پشاور کے آرمی پبلک سکول کے معصوم بچوں کے جسموں سے پھوٹتا ہے، کبھی وادی تیرہ سے اور کبھی اندرون سندھ شکار پور کی امام بارگاہ سے اور کبھی بلوچستان کی ہزارہ کمیونٹی کے جسد سے پھوٹ کر اس پاک سرزمین کو سرخی مائل کر دیتا ہے۔ رہ گئی بات کراچی کی، تو اگر عالمی سطح پر ایک سروے کروایا جائے کہ انسانی خون کی ارزانی، قتل و غارت اور فساد فی الارض کے حوالہ سے کس شہر کی کیا کیفیت ہے تو کراچی دنیا کے ٹاپ کے شہروں میں سے ایک ہو گا۔ اگر ان ملکوں اور شہروں کو نکال دیا جائے جہاں غیر ملکیوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور وہاں آزادی کی جنگیں لڑی جا رہی ہیں مثلاً کشمیر، افغانستان کے مختلف شہر، عراق اور شام وغیرہ تو کراچی خونریزی میں اوّل درجہ کا شہر بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اگرچہ کراچی میں قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو بھی ٹارگٹ کیا جاتا ہے لیکن اصلاً نشانہ پر مدارس کے جید علماء، یونیورسٹیوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ پروفیسرز، ڈاکٹرز، اعلیٰ علمی و ادبی شخصیات ہیں یعنی معاشرے کے انتہائی پُرامن لوگ جو اسلحہ اور بارود سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتے، اُنہیں بیدردی سے گولیوں سے بھونا جا رہا ہے۔ تازہ ترین دلخراش واقعہ میں اسماعیلی کمیونٹی کی بس کو روک کر اور بس کے اندر داخل ہو کر انتہائی درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مردوں، عورتوں اور بچوں پر فائر کھول دیا گیا جس سے ان کی اکثریت جاں بحق ہو گئی۔ عقائد کا اختلاف اپنی جگہ لیکن کون نہیں جانتا کہ یہ انتہائی پُرامن کمیونٹی ہے، جھگڑے اور فساد سے الگ تھلگ رہتی ہے۔ باوثوق ذرائع کے مطابق اس کمیونٹی کو اپنے رہنماؤں کی طرف سے سختی سے یہ ہدایت دی گئی ہوتی ہے کہ جس ملک میں وہ بستے ہوں وہاں کے قانون کی پابندی کریں اور اس ملک سے وفاداری کا مظاہرہ کریں۔ واللہ اعلم!

گویا اس خونریز واردات سے دنیا کو یہ پیغام دینا مقصود تھا کہ پاکستان میں ایک انتہائی پُرامن کمیونٹی بھی محفوظ نہیں ہے اور اکثریتی فرقہ اقلیتی فرقہ کے خون سے کس طرح ہاتھ رنگ رہا ہے۔ کسی بھی واردات کے مجرموں تک پہنچنے کے لیے تحقیقات کا پہلا اصول یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ Beneficiary کون ہے یعنی کس کو اس واردات سے فائدہ پہنچا ہے، کس کو اپنے ایجنڈے کی تکمیل میں پیش رفت کرنے میں کامیابی ہوئی۔ لہٰذا ہمیں بھی دیکھنا ہو گا کہ کس کس کو پاک چائنا تعلقات کھل رہے تھے۔ چائنہ سلک روٹ اور خصوصاً مجوزہ اکنامک کوریڈور نے کن کی نیندیں حرام کی ہیں۔ پاکستان کو معاشی طور پر دیوالیہ کرنے میں کون سا ملک دن رات سرگرم عمل رہتا ہے اور کسے پاک چین معاہدوں کی وجہ سے بری طرح جھٹکا لگا ہے۔ یہ آسان ترین پہیلی ہے جسے پاکستان کا بچہ بچہ فوری طور پر بوجھ لے گا۔ ''ندائے خلافت'' اور ''میثاق'' کی فائل گواہ ہے اور اس صدی کے

آغاز ہی سے گواہ ہے کہ ہم مسلسل واویلا کر رہے تھے کہ ارضِ پاکستان میں خونریزی کرنے اور فساد پھیلانے کے لیے عالمی سطح پر تثلیث قائم ہو چکی ہے جو امریکہ، اسرائیل اور بھارت پر مشتمل ہے۔ بھارت سب سے زیادہ سرگرم ہے اور عملی طور پر انہیں لیڈ کر رہا ہے۔ خاص اس مقصد کے لیے بھارت نے افغانستان میں کئی قونصل خانے کھولے ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق ''را'' نے ایک ڈیسک قائم کیا ہے جسے ناقابل یقین حد تک بڑا فنڈ دیا گیا ہے جو پاکستان میں بننے والے اکنامک کوریڈور کو ختم کرنے کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ نائن الیون سے لے کر پاکستان پیپلز پارٹی کے دور کے اختتام تک ہماری سیاسی و عسکری قیادت کا طرزِ عمل یہ رہا کہ بھارت کی طرف سے لگائے گئے ہر زخم پر یعنی پاکستان میں دہشت گردی کے ارتکاب پر ہم اشاروں کنایوں سے اور انتہائی مؤدب ہو کر غیر ملکی مداخلت کا ذکر کرتے اور ہمارا انداز بالکل وہی ہوتا تھا جیسے کوئی مشرقی دلہن بیسویں صدی کے آغاز میں اپنے سرتاج کی طرف شرمیلے پن اور گھبراہٹ کے ساتھ اشارہ کرتی تھی۔ 2013ء میں مسلم لیگ بلکہ صحیح تر الفاظ میں شریف فیملی کی حکومت آئی تو ان پر بھارت سے محبت کا جنون سوار تھا۔ میاں نواز شریف مصدقہ طور پر آن ریکارڈ ہیں کہ انہوں نے بھارت کے ہندوؤں سے مخاطب ہو کر کچھ اس طرح کی گفتگو کی کہ ہم بھی اسی خدا کو مانتے ہیں جسے آپ مانتے ہیں، مسلمانوں اور ہندوؤں کا کلچر ایک ہے، ان کے رسم و رواج ایک ہیں، ان کی زبان ایک ہے، ان کا بود و باش ایک جیسا ہے۔ یعنی جو کچھ ایک زمانہ میں قائداعظم نے کہا تھا اُس کے برعکس موقف اختیار کیا۔ بعد ازاں مودی کی حلف برداری کی تقریب میں بھارت کے دورے کے دوران انہوں نے جو طرزِ عمل اختیار کیا وہ محض جھکاؤ کا ہی نہیں احسان مندی کا اظہار بھی تھا۔ لیکن میاں صاحب سے ایک بار پھر چیف آف آرمی سٹاف کے چناؤ کے حوالہ سے غلطی ہوئی۔ دہشت گردی کی کارروائیوں کے حوالہ سے جنرل راحیل شریف کا رویہ بڑا دوٹوک اور واضح تھا۔ انہوں نے بھارت اور اس کی خفیہ ایجنسی ''را'' کو کھلم کھلا اس کا ذمہ دار قرار دیا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ صرف سندھ میں نہیں بلکہ پاکستان کی مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں سب قائم علی شاہ بیٹھے ہیں جنہیں صرف اپنے قائم رہنے سے غرض ہے (البتہ پنجاب میں صورت حال قدرے بہتر ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وزیراعلیٰ شہباز شریف نسبتاً مستعد ہیں اور چوکس نظر آتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دشمن کی نگاہ بھی بلوچستان، پشاور اور کراچی پر زیادہ ہے)۔ بہرحال جنرل راحیل شریف کی برق رفتار کارروائیوں کو میڈیا اور عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل ہے، لہٰذا مرکزی اور صوبائی حکومتیں بیک گراؤنڈ میں چلی گئی ہیں۔ سیاست دانوں نے بڑے بڑے بنگلوں، لمبی لمبی گاڑیوں پر لہراتے ہوئے جھنڈوں، ایئر کنڈیشنڈ دفتروں اور مختلف سکیموں اور منصوبوں کے لیے فراہم کردہ سرمائے سے لطف اندوز ہونے پر اکتفا کر لیا ہے۔ دفاع اور امن و امان فوج سنبھالے، وہ جانے اور اس کا کام۔ اسی لیے مختلف تجزیوں میں نواز شریف کو اسلام آباد کا ڈی سی او لکھا اور کہا جا رہا ہے۔

ہماری رائے میں یہ بھی کوئی مثالی صورت نہیں ہے اور ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے مطلوبہ نتائج پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ پس چہ باید کرد کے جواب میں پاکستان کا ایک صف دوم یا شاید سوم کا ٹی وی چینل عوامی سطح پر ایک مہم کا آغاز کیے ہوئے ہے اور جذبہ حب الوطنی میں شاید اپنی حیثیت سے بڑھ کر یہ مہم چلا رہا ہے جسے قومی یکجہتی کا نام دیا گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگرچہ ہمیں ہر مرحلہ پر یکجہتی کی ضرورت ہے لیکن کیا قوم میں یکجہتی صرف یکجہتی کا نعرہ لگانے سے آ جائے گی؟ ہرگز ہرگز نہیں! یکجہتی کے لیے قوم کو کوئی ایسی بنیاد فراہم کرنا ہوگی جس سے ملک کے کونے کونے میں سب کو لگاؤ ہوگا، جو لوگوں کے دل کی آواز ہوگی۔ ہم تو زبان کے مسئلہ پر ایک نہیں ہو سکتے۔ اردو کو قومی زبان کہنے پر بنگالیوں نے قائداعظم کو سننے سے انکار کر دیا تھا۔ آج پرانا سندھی واضح طور پر سندھی زبان کو اردو پر ترجیح دیتا ہے۔ پھر یہ کہ پاکستان کو بنے اڑسٹھ سال گزر چکے لیکن ہندوستان سے آئے ہوئے ہمارے بھائیوں کی اکثریت آج تک مہاجرت کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے۔ پٹھان کی بود و باش پنجابی اور سندھی سے یکسر مختلف ہے۔ کوئی شے تو ہو جسے یکجہتی کی بنیاد بنایا جا سکے۔ ہزار فلسفے بگھار لیجیے، تلاش کے باوجود آپ کو دین اسلام کے سوا یکجہتی کی کوئی بنیاد نہیں مل سکے گی۔

ہم امن کے قیام کے لیے فوج کی کوششوں کو سراہتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ پاکستان کی جغرافیائی حفاظت کے حوالہ سے بھی سنجیدہ ہے۔ لیکن ہم اپنی عسکری قیادت کو بھی واشگاف الفاظ میں کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ایک نظریاتی ملک میں اُس کے بنیادی نظریہ سے انحراف کر کے اور نظریاتی سرحدوں سے غافل ہو کر آپ کسی صورت میں بھی اُس کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت نہیں کر سکیں گے۔ سقوطِ ڈھاکہ اس کی واضح مثال ہے۔ محض زبان سے اللہ اکبر کا نعرہ لگا دینے سے اس کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت نہیں ہو سکے گی۔ آپ اگر اس قوم اور ملک سے واقعی اور حقیقی طور پر مخلص ہیں تو جس اللہ کی کبریائی کا نعرہ مار کر آپ جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے میدانِ جنگ میں اترتے ہیں اُس اللہ کی کبریائی کو قائم کیے بغیر اور اس کے آخری نبی اور رسول ﷺ کی شریعت کو نافذ کیے بغیر کوئی عام نوعیت کا اچھا اور مفید کام بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ پاکستان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا جا سکے۔ لہٰذا جڑ اور بنیاد کو مضبوط کرنے کے لیے اپنی توانیاں صرف کریں۔ مضبوط بنیاد کے بغیر کوئی عمارت زیادہ دیر کھڑی نہیں رہ سکتی۔ پاکستان میں ہر وردی پوش ہاتھ میں چھڑی پکڑے خود کو انتہائی طاقت ور سمجھتا ہے اور یقیناً وہ ہوتا ہے لیکن یہ سب کچھ عارضی اور وقتی ہے۔ جونہی وردی اترتی ہے اور ہاتھ سے چھڑی نکلتی ہے تو وہی کچھ ہوتا ہے جو آج کل ٹاک شوز میں سابق آرمی چیف جنرل کیانی سے ہو رہا ہے۔ لہٰذا ذاتی اور (باقی صفحہ 17)

تربیتِ اولاد کے اسلامی اصول

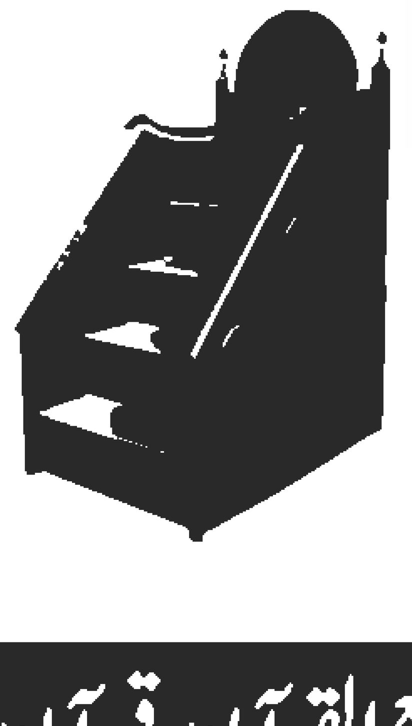

سورۃ التحریم کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے 8 مئی 2015ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

سورۃ التحریم کی ابتدائی پانچ آیات کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں اور ابھی آپ نے اس سورت کی اگلی دو آیات (6 اور 7) سماعت فرمائی ہیں۔ پچھلے جمعہ میں چونکہ یوم مزدور کے حوالے سے گفتگو ہوئی تھی' لہٰذا مناسب ہوگا کہ ان آیات کے مطالعہ سے پہلے چند ایک تمہیدی باتوں کا اعادہ کرلیا جائے۔

سورۃ الحدید سے سورہ التحریم تک دس مدنی سورتوں کا گروپ ہے اور ان میں سے پانچ کا آغاز تسبیح باری تعالیٰ سے ہے جنہیں ''مسبحات'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زیر مطالعہ سورت اس مدنی گروپ کی بھی آخری سورت ہے اور سلسلہ مسبحات کی بھی۔ اس مدنی گروپ میں براہ راست خطاب مسلمانوں سے ہے اور یہ اس دور سے متعلق ہے جب مسلمانوں کی ایمانی کیفیات میں کچھ اضمحلال بھی آ گیا تھا اور کچھ منافقین بھی مسلمانوں کی صف میں شامل ہوگئے تھے۔ یہ اسلام کی فتوحات کا دور تھا اور قبیلہ در قبیلہ لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے' لیکن ان کی ابھی وہ تربیت نہیں ہوئی، نہ ان کا تزکیہ ہوا اور نہ ہی انہیں حضور اکرم ﷺ کی صحبت کا فیض ملا۔ لہٰذا یہ لوگ اسلام میں تو آ گئے لیکن جب اسلام کے تقاضے سامنے آئے تو گریز کرنے لگے۔ مدنی سورتوں کے اس گروپ میں خاص طور پر ان لوگوں سے خطاب ہے۔

آج ہم بھی اسی کیٹگری میں شامل ہیں جنہیں موروثی طور پر اسلام مل گیا ورنہ ہم نے سوچ سمجھ کے اسلام کو قبول نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں جنہیں کلمے کا مفہوم نہیں آتا' نماز پڑھنے کا طریقہ نہیں آتا اور ان کو دین کے اصل تقاضوں کا کچھ پتا نہیں ہے۔ انہوں نے تو بس دین اسلام کو مذہب بنا کر صرف ارکانِ اسلام تک محدود کر دیا ہے۔ اس حوالے سے یہ مدنی سورتیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

اس گروپ کی آخری دو سورتیں الطلاق اور التحریم ایک جوڑے کی شکل میں ہیں اور ان میں عائلی زندگی سے متعلق دو انتہاؤں کا ذکر ہے۔ سورۃ الطلاق میں عائلی زندگی کی ایک انتہا کے حوالے سے راہنمائی دی گئی ہے کہ اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو اور ان کا آپس میں نبھا نہ ہو سکے اور طلاق کی نوبت آ جائے تو طلاق دینے کے بھی کچھ طور طریقے ہیں جن کی پابندی لازمی اور فائدہ مند ہے۔

مرتب: حافظ محمد زاہد

جبکہ سورۃ التحریم میں دوسری انتہا کا ذکر ہے کہ میاں بیوی میں شدید محبت ہے اور شوہر چاہتا ہے کہ بیوی کی ہر خواہش اور ہر فرمائش پوری ہو۔ اب ان فرمائشوں کو پورا کرنے کے لیے اس کے پاس حلال ذرائع کے اتنے وسائل نہیں ہیں تو وہ اللہ کے احکامات کو توڑ بیٹھتا ہے اور حلال وحرام کی قیود اٹھا دیتا ہے۔ یہ ایک دوسری انتہا ہے۔ اسلام تمام معاملات کی طرح عائلی معاملات میں بھی اعتدال و توازن چاہتا ہے جس پر تفصیلی گفتگو ہم کر چکے ہیں۔

اولاد کی اصل خیر خواہی یہ ہے کہ ان کو جہنم کی آگ سے بچایا جائے! اگر انسان کا ٹارگٹ یہ بن جائے تو اُسی کے مطابق اپنے بچوں کی ذہن سازی اور دینی تربیت کرنی چاہیے۔

یہ بھی یاد رکھیے کہ اسلام چاہتا ہے کہ گھر کی فضا اچھی، خوشگوار اور پیار محبت والی ہو۔ یہ اصولی بات طے شدہ ہے اور اس میں خود آنحضور ﷺ رول ماڈل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپؐ نے تو واضح طور پر فرمایا کہ تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے حق میں اچھے ہوں اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔ لیکن ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ ازواج مطہرات ؓ فرماتی تھیں کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان بیٹھے ہیں اور بڑی خوشگوار باتیں ہو رہی ہیں لیکن اچانک اذان کی آواز آئی ہے تو آپؐ ایسے اُٹھ کر چل دیے ہیں جیسے جانتے پہچانتے ہی نہ ہوں۔ گویا یہ ایک توازن ہے جو آنحضور ﷺ نے قائم کر کے دکھایا ہے۔ یعنی مطلوب تو یہ ہے کہ گھر کا ماحول خوشگوار اور محبت بھرا ہو' لیکن یہ محبت اتنی بھی غالب نہ آ جائے کہ اللہ کے احکامات ٹوٹنے لگیں۔ آنحضور ﷺ کے حوالے سے تو سرے سے کوئی امکان ہی نہیں تھا کہ آپؐ اپنی ازواج کے لیے کسی ناجائز چیز کو جائز قرار دے دیں۔ معاذ اللہ! البتہ ایک موقع پر آپؐ نے ایک جائز چیز کو استعمال نہ کرنے کی قسم کھا لی تھی۔ چنانچہ زیر مطالعہ سورت کی ابتدائی پانچ آیات اسی واقعہ سے متعلق ہیں جن کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں۔

اب ہم اگلی آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ان میں ایک بہت اہم موضوع بیان ہوا ہے کہ اولاد کی تربیت کس

انداز سے ہو اور اس کے لیے اسلام نے کیا اصول دیے ہیں! چنانچہ فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا﴾ (تحریم:6)

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔''

ہر شخص اپنی اولاد کے حوالے سے فکر مند ہوتا ہے اور یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کی اولاد کامیابی حاصل کرے اور اس کا مستقبل سنور جائے۔ موت کے وقت بھی انسان کو اپنی اولاد خاص طور پر چھوٹے بچوں کی ہی فکر ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے انسان کے دل میں اولاد کی محبت ڈالی ہے اور اس کا تقاضا یہی ہے کہ ان کی فکر کی جائے۔ لیکن اولاد کی اصل خیرخواہی یہ ہے کہ ان کو جہنم کی آگ سے بچایا جائے۔ اگر انسان کا ٹارگٹ یہ بن جائے تو پھر اسے سوچنا چاہیے کہ اپنے بچوں کو تعلیم کون سی دینی ہے' ذہن سازی کس انداز پر کرنی ہے اور تربیت کس نہج پر کرنی ہے۔ اگر تم اُخروی کامیابی کو ٹارگٹ بنا کر چلو گے تو پھر تمہارا قبلہ درست رہے گا اور اگر تم نے سمجھ لیا کہ دنیا ہی کا مستقبل بنانا ہے تو بس تم ابتدا ہی میں ٹھوکر کھا گئے۔ لہٰذا اولاد اور گھر والوں کی تربیت کے حوالے سے پہلا اصول یہ ہے کہ ان کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کرو۔

اس سے پہلے سورۃ التغابن' آیت 14 میں وارننگ کے انداز میں اس کی ایک تمہید ہم پڑھ چکے ہیں:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ﴾

''مومنو! تمہاری عورتیں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن (بھی) ہیں سو ان سے بچتے رہو۔''

یہاں انداز ایسا ہے کہ ہر شخص چونک جائے گا۔ اس لیے کہ بیوی اور اولاد کو ہی انسان اپنا سب کچھ سمجھتا ہے' جبکہ قرآن انہی کو دشمن قرار دے رہا ہے۔ دراصل یہ وارننگ تھی کہ ایسا نہ ہو کہ ان کی محبت تم پر اتنی غالب آ جائے کہ تم اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو اپنے لیے حلال اور جائز ٹھہرا لو اور ان کی فرمائشیں پوری کرنے کے لیے حرام میں منہ مارنے لگو۔ اس طرح یہ محبت تمہاری عاقبت برباد کر دے گی اور یہ محبت نتیجے کے اعتبار سے بالآخر دشمنی ثابت ہوگی۔

پھر اسی سورت کی آیت 15 میں یہ بھی فرمایا تھا:

﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ﴾ ''تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے''۔ فتنہ اس کسوٹی کو کہتے ہیں جس پر سونے کو رگڑ کر اس کے اصلی اور نقلی ہونے کی پہچان کی جاتی ہے۔ یہاں مال اور اولاد کو فتنہ قرار دے کر بتایا جا رہا ہے کہ مال اور اولاد کی محبت میں انسان کے لیے بہت بڑی آزمائش ہے کہ اس نے اللہ کو واقعی اپنا رب مانا ہے کہ نہیں! اس آزمائش کے لیے مال اور اولاد انسان کے weak points ہیں اور انسان ناکام یہیں ہوتا ہے۔ اسی حوالے سے ہم نے سورۃ المنافقون میں یہ آیت پڑھی تھی:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ﴾ (المنٰفقون:9)

''اے ایمان والو! تمہارا مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے۔''

اب زیر مطالعہ آیت میں اس حوالے سے آخری بات آئی کہ اپنی اولاد کی تربیت کے لیے یہ اصول معین کر لو کہ ان کو بہرصورت جہنم کی آگ سے بچانا ہے۔ یہ بہت بنیادی اصول ہے جسے آج کا مسلمان بھولا ہوا ہے۔ آج ہم فکر کرتے ہیں کہ ہمارے بچوں کا دنیوی مستقبل سنور جائے، جبکہ ہمیں کوئی فکر نہیں ہے کہ دینی اعتبار سے بھی ان کی ذہن سازی کرنی ہے۔ اسلام اور ایمان کو ان کے ذہن و قلب میں راسخ کرنا ہے' اللہ کی محبت اور دین کے تقاضے ان پر واضح کرنے ہیں' آخرت کا خوف ان کے اندر ڈالنا ہے' اور انہیں یہ باور کرانا ہے کہ اصل کامیابی تو آخرت کی ہے۔ جبکہ دنیا تو سراب اور دھوکہ ہے۔ ہمارا حال اس کے بالکل برعکس ہے کہ ہمیں نہ اپنی آخرت کی پروا ہے اور نہ اپنے گھر والوں کی' ساری فکر بس اس بات کی ہو رہی ہے کہ دنیا میں کیسے آگے بڑھنا ہے۔

پڑھو گے لکھو گے بنو گے نواب!
کھیلو گے کودو گے ہو گے خراب!

لیکن اس سے مراد سکول و کالج والی پڑھائی ہے جو حقیقت میں سیکولر تعلیم ہے۔ اسی تعلیم کے بارے میں اقبال نے کہا تھا:

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا ''لا الٰہ الا اللہ!''

جبکہ اکبر الہ آبادی کہتے ہیں:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی!

ان کا دوسرا شعر ہے:

ہم تو سمجھے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

چنانچہ جو یہ تعلیم حاصل کرتا ہے اس کا نصب العین دنیا ہی بن جاتا ہے اور آخرت اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ ہمارے نصاب تعلیم میں اگرچہ قرآنیات' اسلامیات' فکر اقبال اور نظریہ' پاکستان کا کچھ حصہ تھا' لیکن وہ آہستہ آہستہ صاف کیا جا رہا ہے اور اس کو مکمل طور پر سیکولر بنایا جا رہا ہے۔ پھر سمجھا جا رہا ہے کہ اسی کے اندر ہماری دنیوی عظمت اور انسان کی ترقی ہے۔

ہمارے نصابِ تعلیم میں اگرچہ قرآنیات' اسلامیات' فکر اقبال اور نظریہ' پاکستان کا کچھ حصہ تھا'
لیکن وہ آہستہ آہستہ صاف کیا جا رہا ہے اور اس کو مکمل طور پر سیکولر بنایا جا رہا ہے۔

بہرحال اولاد کی تربیت کے حوالے سے پہلا اور اٹل اصول یہ ہے کہ ان کو جہنم سے بچانے کی فکر کرو۔ اس حوالے سے حضور ﷺ فرماتے ہیں:

((کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْاَمِیْرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ))

(متفق علیہ' راوی: حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

''تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ امیر (اپنی عوام کا) نگہبان ہے' مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے۔ (مختصر یہ کہ) تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔''

راعی کہتے ہیں چرواہے کو' رعیت اس کی بھیڑ بکریاں ہیں' جبکہ انسان کی رعیت اس کی اولاد ہے۔ جیسے چرواہا جان پر کھیل کر اپنی رعیت کی حفاظت کرتا ہے تو یہی ذمہ داری والدین کی بھی ہے کہ وہ بھی اپنی اولاد کے مستقبل کی فکر کریں۔ اگر وہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت نہیں کرتے تو یہ ان کا جرم شمار ہوگا۔ اس لیے کہ اولاد کی صحیح تربیت صرف محبت کا تقاضا ہی نہیں ہے' بلکہ ایک دینی فریضہ بھی ہے۔

آگے فرمایا:

﴿وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ○﴾ (تحریم:6)

''(اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ) جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر۔ اس پر بڑے تند خُو بہت سخت دل فرشتے مامور ہیں۔ اللہ ان کو جو حکم دے گا وہ فرشتے اس کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اور وہ وہی کریں گے جس کا انہیں حکم دیا جائے گا۔''

یہاں انسانی نفسیات کے حوالے سے بات کی جا رہی ہے کہ تم چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد کو دنیا میں کوئی گزند نہ پہنچے، لیکن اگر تم نے غلط تربیت کی ہے تو وہ جہنم میں جائیں گے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ آپ کو معلوم ہے کہ پتھر کا کوئلہ لکڑی کے کوئلے سے کئی گنا سخت ہوتا ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے 70 گنا یا سو گنا سخت ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہاں پر جو فرشتے مامور ہیں وہ ایسے سخت دل ہیں کہ انسانوں کی چیخ و پکار سے ان کے دل نہیں پگھلیں گے۔ آج اپنی اولاد کی تھوڑی سی تکلیف کی خاطر انسان بے چین ہو جاتا ہے تو ذرا سوچو کہ تم نے اس رخ پر تربیت نہ کی تو انجام ایسا ہونے والا ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَعۡتَذِرُوا الۡيَوۡمَ ؕ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ○﴾ (تحریم:7)

''(اس دن کہہ دیا جائے گا:) اے کافرو! آج تم عذر مت پیش کرو۔ آج تمہیں بدلے میں وہی کچھ دیا جا رہا ہے جو تم عمل کر کے لائے ہو۔''

ان ساری سورتوں میں اصل خطاب مسلمانوں سے ہے' لیکن یہاں یٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا اس لیے کہا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سارے پیغام کو سمجھ کر بھی تم اپنا راستہ صحیح نہیں کر رہے اور تم زبان سے مسلمان اور عملاً منافق بنے ہوئے ہو تو تمہارا انجام کافروں کے ساتھ ہی ہونا ہے۔ قیامت کے دن چھانٹی لگ جائے گی اور جن کے دل میں حقیقی ایمان اور عمل صالح کا نور ہوگا وہ آگے نکلیں گے۔ باقی نام نہاد مسلمان پیچھے رہ جائیں گے اور ان کا انجام کافروں کے ساتھ ہوگا۔ لہٰذا اگر تم نے بھی اللہ کی ان ہدایات کے مطابق اپنے طرزِ عمل کی اصلاح نہ کی تو پھر تمہارا شمار بھی کافروں میں ہوگا۔

تم آج بہانے مت بناؤ کہ ہمیں پتا نہیں تھا' اس لیے کہ اللہ نے تو ہر چیز واضح کر دی ہے۔ قرآن مجید ہدایت کی کامل کتاب ہے اور پھر اللہ نے اس کامل کتاب پر اکتفا نہیں فرمایا' بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شکل میں کامل راہنما اور اس قرآن کی تفصیل اور تبیین فرمانے والے ایک کامل ٹیوٹر اور گائیڈ بھی ساتھ عطا کیے ہیں۔ لہٰذا آج قیامت کے دن جو کچھ تمہیں دیا جا رہا ہے یہ تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے تو کسی کو اب الزام مت دو' بلکہ خود اپنے آپ کو موردِ الزام ٹھہراؤ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی ہدایات واحکاماتِ الٰہیہ کے مطابق اپنی اولاد کی تربیت کرنے اور ان کو نیک بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

☆☆☆

پریس ریلیز 12 مئی 2015ء

دینی شعائر کی ہرزہ سرائی کرنے والے وفاقی وزیر کو برطرف کیا جائے

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے وفاقی وزیر اطلاعات کی دینی مدرسوں اور دینی شعائر کے بارے میں ہرزہ سرائی پر اپنا ردِعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم یہ بھول چکے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہمارا فرض تھا کہ پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کا فریضہ ادا کرتے جو حاصل ہی اس مقصد کے لئے کیا گیا تھا۔ حیرت ہے کہ جو جماعت پاکستان بنانے کی دعویدار ہے اُس کے ایک سینئر وزیر جو حکومت کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں اذان اور نماز کے حوالہ سے اپنے بغض کا اظہار کس قدر بھونڈے انداز میں کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو بھلا رکھا ہے اور اس کے خلاف سرکشی پر اتر آئے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی سنت کے مطابق ہمیں بھلا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر کے آخری رکوع میں ہمیں متنبہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اللہ کو بھلا بیٹھے تو اللہ نے بھی انہیں خود فراموشی کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ علاوہ ازیں سزا کے طور پر اس نے ہم پر ایسے حکمران مسلط کر دیئے ہیں جن کے ایک ترجمان کو یہ جرأت حاصل ہوئی ہے کہ وہ اس قسم کے بیانات دے۔ ہم اس بیان کی سختی سے مذمت کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس ترجمان کو برطرف کرے اور اس کی گستاخی پر اللہ اور قوم سے معافی مانگے اور اپنے مغربی سرپرستوں کے اشاروں پر مدرسوں اور اسلامی شعائر کے خلاف اس قسم کے رویئے کو ترک کرے۔ ہم پہلے ہی اللہ سے بغاوت کے نتیجے میں مختلف مصائب کا شکار ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم لیگ اپنے اقتدار کی قوت کو وطن عزیز میں نظام خلافت کے قیام کے لئے استعمال کرے۔ وفاقی وزیر کو بھی اپنی اس گستاخی پر اللہ کے حضور صدقِ دل سے توبہ کرنی چاہیے۔

پریس ریلیز 13 مئی 2015ء

اسماعیلی کمیونٹی بس پر حملہ ایک سفاکانہ کارروائی ہے

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اسماعیلیوں کی کمیونٹی بس پر حملے کو ایک قومی سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے اس روح فرسا واقعہ کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ جس کے نتیجے میں 16 خواتین سمیت 43 افراد جاں بحق ہو گئے۔ اس واقعے نے کراچی آپریشن جس کی کامیابی کے دعوے کئے جا رہے ہیں، پر ایک سوالیہ نشان کھڑا کر دیا ہے۔ سندھ کے وزیر اعلیٰ نے ہنگامی طور پر علاقے کے دو پولیس افسران کو معطل کر دیا ہے اور جاں بحق اور زخمی ہونے والے افراد کے لواحقین کو مالی امداد کا اعلان کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلہ کا حل نہیں ہے پچھلے دنوں کور کمانڈر کانفرنس میں بھارتی ایجنسی را کی ملک میں سرگرمیوں کا نوٹس لیا تھا جس کے فوراً بعد یہ سانحہ پیش آیا ہے۔ لہٰذا اس سانحے کے پیچھے اس ایجنسی کے ہاتھ کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس ضمن میں فوری تحقیقات کرے اور اگر اس کے نتیجے میں را کے ہاتھ ہونے کی نشاندہی ہو تو فوری طور پر بھارتی حکومت سے اپنا احتجاج نوٹ کروائے۔ ہم مرحومین کے لواحقین سے دلی تعزیت کرتے ہیں۔ ان کا تعلق ایک پُر امن کمیونٹی سے ہے اور ان پر حملے کو ایک سفاکانہ کارروائی کے لیے اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

کہنہ دماغ

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دنیا بھر میں مسلمانوں کو تعصب، عدم برداشت، انتہا پسندی کے کچوکے دے دے کر حقیر کرنے کی مہم پر کمربستہ مغرب نے اپنے گریبان میں جھانکنے کی زحمت نہیں اٹھائی (گریبان کی عدم موجودگی بھی اس کی ایک وجہ ہوسکتی ہے!)۔ ہر ہفتے بلا مبالغہ دو چار واقعات مغرب میں ان کی تنگ نظری، انتہا پسندی، تعصب اور عدم برداشت کے ضرور رپورٹ ہوتے ہیں۔ جن کا تذکرہ میڈیا پر نہیں ہوتا، وہ اس سے سوا ہیں۔ اپنا بے روح، بے بنیاد، مادر پدر آزاد، اقدار شکن تصور حیات دنیا بھر پر مسلط کرنے کو حق سمجھتے ہیں۔ آزادی کے یہ ڈھنڈورچی، برہنگی، بے حیائی، بے غیرتی، فحاشی کے پرچارک ہیں۔ اخلاق و مروت، تہذیب و شرافت کی رمق برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ حجاب ونقاب سے ضد، اسے خلاف قانون قرار دینا اور بحرِ مردار کی تہذیب کو قانون قرار دینا ان کی تہذیبی گراوٹ کا بین ثبوت ہے۔ پندرہ سالہ پاکیزہ مسلم بچی کو فرانس میں پاؤں تک ڈھانپنے والا مکمل لباس پہننے پر سکول سے نکال باہر کیا۔ حیا کے لیے عدم برداشت کا عالم دیکھیے۔ عورت برہنگی کا شاہکار بننے سے انکاری ہو تو انہیں تپنے لگ جاتے ہیں! اسی نفرت کا اظہار تہذیب کی (خود ساختہ) معراج پر ایستادہ امریکہ میں ہوا۔ نبی ﷺ کی شان میں گستاخانہ خاکوں کے مقابلے/نمائش کے اہتمام گارلینڈ، ٹیکساس میں یہی مضمر تھا۔ دس ہزار ڈالر کا انعام رکھا گیا تھا (بیہودہ ترین خاکے کے لیے)۔ بخوبی جانتے تھے کہ کیا کرنے چلے ہیں اور نتیجہ کیا نکل سکتا ہے۔ سو سکیورٹی انتظامات کی زبردست تیاری مہینوں سے کی جارہی تھی۔ بم اسکواڈ و دیگر ہمہ نوع تیاری کر رکھی تھی۔ بدنام زمانہ ڈچ سیاست دان گیرٹ ولڈرز جو مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز مہمات کا سرخیل ہے، مہمان مقرر تھا۔ نمائش جاری تھی۔ 200 افراد نے شرکت کی جب دو مسلمانوں نے فائرنگ کر کے نبی ﷺ پر آزادئ اظہار آزمانے کا مطلب ایک مرتبہ پھر سمجھا دیا۔ 30 سالہ ایلٹن سمپسن اور 34 سالہ نادر حامد صوفی نے اس نمائش پر حملہ کیا۔ جوابی کارروائی میں جان شانِ رسالت ﷺ پر قربان کردی۔ یہ کم عمر انقلابی، جوشیلے منتقم نہ تھے بلکہ پختہ سوچ سمجھ کی عمر میں یہ کارروائی کی۔ ایک مجبوری ان کے ہاں آزادئ اظہار کی ہے (جو ہولوکاسٹ اور یہودیوں پر آ کر فوت ہو جاتی ہے) تو ایک مجبوری ہر زندہ مسلمان کی بھی ہے جو اپنے نبی ﷺ کو جانتا، پہچانتا ہے۔ وہ (گورے) خود اس ردعمل سے بخوبی واقف ہیں۔

امریکی خبررساں ایجنسی (اے پی) کی جاری کردہ رپورٹ دیکھ لیجیے۔ واقعہ بیان کر کے خود لکھتے ہیں کہ اسلامی روایات کے مطابق محمد ﷺ کی کسی طرح بھی شبیہہ دکھانا، بنانا (شانِ رسالت ﷺ میں) گستاخی گردانی جاتی ہے۔ اس نوعیت کی خاکہ کشی نے دنیا میں پہلے بھی تشدد کو ہوا دی۔ ایسے واقعات کے پس پردہ پھر وہ فرائیڈ کے بھکے تصورات کے تحت عوامل بیان کرتے ہیں۔ نادر صوفی مایوس، تنہا تھا۔ کسی سہارے کی تلاش میں دونوں جان سے گزر گئے! امریکہ یورپ نے باریاں بانٹ رکھی ہیں۔ فرانس میں چارلی ایبڈو کی کرتوتوں کو جو سزا ملی، اس کی گرد ابھی بیٹھی نہ تھی کہ امریکہ نے اپنی باری پوری کرنے کی کوشش کر دیکھی۔ اصلاً مضبوط اسلامی نظام کے مقابل یہ احساسِ کمتری کا شکار ہیں۔ مذہب، انبیاء کا انکار کر کے خالی ہاتھ بیٹھے ہیں۔ بے جڑ، بے بنیاد۔ بداخلاقی، بدتہذیبی میں گنوار پن کی حدوں کو چھوتے یہ لوگ حاصل ہیں اس نظام تعلیم کا جو کردار، جذبات و احساسات کی تربیت سے یکسر خالی ہے۔ ان کا نصاب تعلیم بدلنے کی ضرورت ہے اگر انسانیت کو عالمی سطح پر موت سے بچانا ہے۔ عصری تعلیم کے نعرے ہمارے ہاں بھی وقتاً فوقتاً اٹھ کر مدارس کو حقیر کرنے، دینی تعلیم کو (نعوذ باللہ) بے وقعت قرار دینے کو لگائے جاتے ہیں۔ معاملہ یکسر الٹ ہے۔ مغرب کی تہی دامنی تو بالکل ہی کس مپرسی کی آخری حدیں چھو رہی ہے۔ تاہم ہمارے ہاں بھی نری عصری تعلیم کا زہریلا پھل ہمیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ دنیائے کفر سے لنڈے کا بے خدا نظام تعلیم درآمد کر کے جو ہمیں مل رہا ہے وہ ذرا بھی قابل رشک نہیں۔ قوم کا مکھن پارلیمنٹوں میں بیٹھا دیکھ لیجیے۔ ملک کا نظام دھونس، دھمکی، بلیک میلنگ، جوڑتوڑ پر جس طرح چل رہا ہے وہ اخلاق و کردار کی قلعی کھول رہا ہے۔ ذوالفقار مرزا، زرداری معرکہ اور پس پردہ عوامل دیکھ لیجیے۔ ایم کیو ایم کے جو احوال کھولے جا رہے ہیں وہ 8 ہزار مقدمات میں بندھی پھنسی جماعت کو این آر او سے نہلانے دھلانے والوں کی نگاہوں سے مخفی تو نہ تھے۔ کراچی کو ڈیڑھ دہائی بھتہ خوریوں، قتل وغارتگری، ٹارگٹ کلنگ کے عذاب میں مبتلا رکھنے میں سارے اعلیٰ و ادنیٰ عصری تعلیم یافتہ حصہ دار تھے۔ سیاسی مفادات، کرسی کے لالچ، جوڑتوڑ نے معیشت تباہ کی، خون کی ندیاں بہائیں۔ ضرورت محسوس ہوئی تو سب راز کھل گئے۔ کراچی جیسے اعلیٰ تعلیم یافتہ شہر پر چھوڑے گئے گروہ کے صرف نام والقاب دیکھ لیں۔ سرپھٹا، لنگڑا، لمبا، کےٹو، ٹماٹر، پہاڑی، بنارسی۔ ہر ایک کے کارنامے ہوش اڑا دینے والے ہیں۔ عروس البلاد کو بھیانک ڈریکولا، بھوتوں کا شہر بنا دینے والے سارے عصری تعلیم کے شاہکار ہیں۔ کیا المیہ ہے کہ کلیتاً بے خدا یہ نظام تعلیم مسلمان کے حق میں زہر قاتل تھا اور لانے والے بھی جانتے تھے۔

ہمیں اس وقت بس ایک ایسا طبقہ پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہیے جو ہمارے اور ان کروڑوں انسانوں (عوام کالانعام!) کے مابین ترجمانی کے فرائض سرانجام دے سکے جن پر ہم اس وقت حکمران ہیں۔ ایک ایسا طبقہ جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی (پاکستانی) ہو مگر ذوق، طرز فکر، اخلاق اور فہم و فراست کے نقطۂ نظر سے انگریز ہو (لارڈ میکالے، خالق نظام تعلیم پاک و ہند)۔ سو یہ کالے انگریزوں کا دیس، ٹائی سوٹ انگریزی میں پھنسا (مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس۔ اور ساحرِ افرنگ کا صید زبوں۔ یعنی کمزور شکار!) ہم پر حکمران۔ قوم کو غلام رکھنے پر مامور۔ ہم پر بے حیثیت قوم ایک حملہ میڈیائی بھی ہے۔ ٹیلی ویژن کے دہانے سے نکل کر شریف ترین گھروں میں ناچتی تہلکہ مچاتی اشتہاروں کی زینت حرافائیں (جنہیں آرٹسٹ اور ماڈل یعنی نمونہ (!) کا خوبصورت نام دیا گیا)۔ دوسرا حملہ بے ہدف عصری تعلیم ہے۔ اس میں

روکھی پھیکی تشنہ معلومات کا ہجوم تو ہے، تربیت کا عنصر کلیتاً غائب ہے۔ رہی سہی کسر ہر سطح پر اختلاط، موبائل، لیپ ٹاپ، ہم نصابی سرگرمیوں کے نام پر ڈانس پارٹیاں، فیشن شوز نے پوری کر دی ہے۔ سو نوجوان نسل کے لیے زندگی کا سب سے بڑا ایشو عشق عاشقی رہ گیا ہے۔ معیار تعلیم نیچے جا رہا ہے۔ ناکام عشق کے نتیجے میں قتل، خودکشی، گھر سے بھاگ کر شادی کرنے اور پھر غیرت کے نام پر قتل ہو جانے کے روز افزوں واقعات، طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح، باہم رشتوں میں وفا، مروت، حیا کا اٹھ جانا۔ اللہ کا حکم الٹ کر رکھ دینا: اف تک نہ کہو، نہ جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام سے بات کرو۔ نرمی، شفقت، رحمت کے شانے والدین کے آگے جھکا کر رہو اور دعا کرتے رہو...... الخ (بنی اسرائیل)۔ یہ حکم گویا اب والدین کو ہے کہ اُف کہنے کے بھی مجاز نہیں، اولاد کے سامنے بچھ کر رہیں! یہ مآل ہے بے خدا عصری تعلیم کا، جس کا مظاہرہ دریدہ دہن (وزیر اطلاعات!) نے یہ اطلاع دے کر فرمایا: دینی مدارس (جہاں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے) جہالت کی یونیورسٹیاں ہیں۔ پرویز رشید نے اذان، جنت، جہنم کا مذاق اڑا کر شاید ٹیکساس والوں کی خوشنودی چاہی ہے! سو یہ ہیں شاہکار عصری تعلیم کے۔ دنیا بے خدا تعلیم کے ہاتھوں تباہی کے دہانے پر جا پہنچی ہے اور ہم احساسِ کمتری کے مارے خود بھی اسی جہالت کا شکار ہیں۔ وفاقی حکومت وزیر کو فی الفور ہٹا کر اپنے ایمان اور آئین کی پاسداری کا ثبوت دے۔

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو!

☆☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆لاہور میں رہائش پذیر یوسف زئی پٹھان (اردو سپیکنگ) فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، عمر 28 سال، تعلیم ایم بی اے ...... عمر 25 سال، تعلیم میٹرک، حافظہ قرآن کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ اور برسر روزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0322-6664549

والدین کا مقام: قرآن کریم کی روشنی میں

محمد عبداللہ

والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کی فرماں برداری اور ان کی تعظیم کی تعلیم دنیا کے ہر مذہب نے دی ہے۔ قرآن مجید میں ایک دو نہیں بیشتر مواقع پر اللہ تعالیٰ کی عبادت و توحید کی ترغیب کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ اور یہ دُعا کرو: ''یارب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجیے۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے اگر تم نیک بن جاؤ تو وہ ان لوگوں کی خطائیں بہت معاف کرتا ہے جو کثرت سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔''

(بنی اسرائیل: 23 تا 25)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کا ادب واحترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا ہے، جیسا کہ سورۂ لقمان میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر لازم فرمایا ہے۔'' (تفسیر قرطبی: 5/173)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت فی المعروف سب سے اہم اور اللہ تعالیٰ کے شکر کی طرح والدین کا شکر گزار ہونا واجب ہے۔ ان آیات کی رو سے اگر والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک اپنی اولاد کو کسی (جائز) کام کا حکم دے تو ان کا حکم ماننا واجب ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کو بوڑھے والدین سے متعلق چند تاکیدی احکام دیے ہیں:

(1) ﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ﴾ یہ کہ ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو اُف بھی نہ کہو۔ اُف دل کی بے زاری کے اظہار کا کلمہ ہے۔ جب کوئی کسی سے تنگ آ جاتا ہے یا کوئی ناگواری گزرتی ہے یا اس میں کوئی برائی ہو تو یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔ فرمایا کہ یہ کلمہ ان سے نہ کہو، یعنی ان کی صحبت سے تنگ دل مت ہو اور ان کی خدمت کو بھاری نہ سمجھو۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے: ''اگر ماں باپ بوڑھے ہو جائیں اور تمہیں ان کا پیشاب پاخانہ دھونا پڑ جائے تب بھی اُن کو اُف نہ کہو جیسا کہ وہ بچپن میں تمہارا پیشاب پاخانہ دھوتے رہے۔''

(تفسیر طبری: 17/415)

ایک حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ تکلیف پہنچانے میں اُف کہنے سے بھی کم کوئی درجہ ہوتا تو یقیناً اس کا ذکر کیا جاتا۔ حاصل یہ ہے کہ جس چیز سے ماں باپ کو تھوڑی سی بھی اذیت پہنچے وہ بھی ممنوع ہے۔

(2) ﴿وَلَا تَنْهَرْهُمَا﴾ ''والدین کو نہ جھڑکو''۔ لفظ ''نہر'' کے معنی جھڑکنے، ڈانٹنے کے ہیں۔ اس کا تکلیف کا سبب ہونا ظاہر ہے یعنی ان کی بات کا جواب سختی سے نہ دے۔ والدین کی بے بسی کا یہ منظر نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے، اسی لیے زبان درازی سے اولاد کو روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھنا والدین کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکنا نہ ہو، کہیں ان کا دل ٹوٹ کر عرشِ عظیم ہی کو ہلا کر نہ رکھ دے۔

(3) ﴿وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (۲۳)﴾ ''ان سے عزت کے ساتھ بات کرو''۔ پہلے دو حکم منفی پہلو سے متعلق تھے جن میں والدین کو ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف دینے سے روکا گیا ہے، اس تیسرے حکم میں مثبت انداز سے والدین کے ساتھ گفتگو کا ادب سکھلایا گیا ہے کہ ان سے محبت و شفقت کے نرم لہجے میں بات کی جائے، ان سے انداز گفتگو مہذب اور شیریں ہو۔

اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سعید بن مسیبؒ

فرماتے ہیں: ''جس طرح کوئی غلام اپنے سخت مزاج آقا سے بات کرتا ہے۔'' اور حضرت زہیر بن محمدؒ نے فرمایا: ''یعنی جب ماں باپ بلائیں تو کہو کہ میں حاضر ہوں اور حکم پورا کرنے کے لیے موجود ہوں۔'' (تفسیر روح المعانی: 15/73)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس آیت میں ''قولِ کریم'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ((هُوَ اَنْ يَّقُوْلَ يَا اَبَتَاهُ يَا اُمَّاهُ)) ''والدین کو 'ابا' 'اماں' کہہ کر پکارو۔ (اُن کا نام نہ لو)'' (تفسیر ابی حاتم 11/36)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی: ((يَا مُوْسٰى اِنَّ كَلِمَةَ الْعَاقِّ لِوَالِدَيْهِ عِنْدِيْ عَظِيْمَةٌ)) ''اے موسیٰ! نافرمان اولاد کی اپنے والدین سے ناگواری والی بات کرنا میرے نزدیک بڑا گناہ ہے۔'' (برالوالدین لابن الجوزی)

(4) ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ ''ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ''۔ اس کی تفسیر میں حضرت عروہؒ نے فرمایا: ''تم ان کے سامنے ایسی روش اختیار کرو کہ ان کی جو جائز دلی چاہت ہو اس کے پورا ہونے میں تمہاری وجہ سے کوئی رکاوٹ نہ آئے۔'' (الدرالمنثور)

اس آیت میں ہر مسلمان بچے سے کہا جا رہا ہے کہ تمہارے والدین نے تمہارے بچپن میں تمہیں اس طرح اپنے بازو کے نیچے چھپائے رکھا جس طرح پرندہ اپنے بچے کو پروں کے نیچے چھپائے رکھتا ہے، اس کا حق یہ ہے کہ ان کے بڑھاپے میں تم بھی انہیں اپنی فرمانبرداری و محبت کے بازو کے نیچے چھپائے رکھو۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تین چیزیں ایسی ہیں جس میں پائی جائیں اللہ تعالیٰ مرنے کے وقت کو اس پر آسان کر دیتے ہیں اور جنت میں داخل فرماتے ہیں: (1) ضعیف پر مہربانی (2) والدین پر شفقت (3) ماتحتوں پر احسان۔'' (رواہ الترمذی)

''مِنَ الرَّحْمَةِ'' کے لفظ سے اس پر متنبہ کیا کہ یہ اطاعت و فرماں برداری تمام تر محبت و شفقت کے ساتھ ہو، محض دکھاوے کے لیے نہ ہو اس لیے کہ ان کی محبت و شفقت کا حق اگر کچھ ادا ہو سکتا ہے تو وہ محبت کے جذبے ہی سے ہو سکتا ہے۔

(5) ﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (24)﴾ ''اور یہ دعا کرو: یارب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی اُن کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجیے۔'' یہ بات انسان کے بس میں نہیں کہ وہ پوری طرح اپنے والدین کو راحت و آرام پہنچائے۔ اس لیے فرمایا کہ اپنی استطاعت کے مطابق ان کو راحت و آرام پہنچانے کی فکر کے ساتھ ان کے لیے دعا بھی کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کی سب مشکلات کو آسان اور تکلیفوں کو دور فرمائے۔ یہ حکم ایسا عام ہے کہ والدین کی وفات کے بعد بھی جاری ہے جس کے ذریعے وہ ہمیشہ والدین کی خدمت کر سکتا ہے۔

والدین اگر زندہ ہوں تو ان کی صحت و عافیت کی دعا کرتے رہیں اور اگر فوت ہو گئے تو ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہیں، ان کے لیے ایصالِ ثواب اور صدقاتِ جاریہ کا اہتمام رکھیں تاکہ ان کی قبر روشن ہو اور آخرت میں ان کو سکون، چین نصیب ہو۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سب اعمال ختم ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزوں کا نفع پہنچتا رہتا ہے: (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔'' (صحیح مسلم)

دعا اس طرح کرے:

''یا اللہ! جب میں بالکل کم زور تھا انہوں نے میری تربیت میں خون پسینہ ایک کر دیا، اپنے خیال کے موافق میرے لیے ہر ایک راحت و خوبی کی فکر کی، ہزار ہا آفات و حوادث سے بچانے کی کوشش کرتے رہے، آج ان کی ضعیفی کا وقت آیا ہے تو جو کچھ میری قدرت میں ہے، ان کی خدمت و تعظیم کرتا ہوں لیکن پورا حق ادا نہیں کر سکتا، اس لیے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں اور موت کے بعد ان پر نظرِ رحمت فرما۔''

(6) ﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ﴾ ''تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے''۔ اس دل کی تنگی کو دور فرما دیا گیا جو والدین کے ادب و تعظیم کے متعلق احکامِ مذکورہ سے اولاد کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے کہ والدین کے ساتھ ہر وقت رہنا ہوتا ہے۔ ان کے اور اپنے حالات بھی یکساں نہیں ہوتے۔ کسی وقت زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل گیا جو مذکورہ آداب کے خلاف ہو تو اس پر جہنم کی وعید ہے اور اس طرح گناہ سے بچنا سخت مشکل ہو گا۔ اس آیت میں اس شبہ اور اس سے پیدا ہونے والی دل کی تنگی کو دور کرنے کے لیے فرمایا کہ بغیر ارادہ کبھی کسی پریشانی یا غفلت سے بے ادبی کا کوئی کلمہ صادر ہو جائے اور پھر اس سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ دلوں کے حال سے واقف ہیں، وہ معاف فرمانے والے ہیں۔

والدین کے حقوق کے متعلق ایک اور آیت

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے بڑی مشقت سے اُسے (پیٹ میں) اُٹھائے رکھا اور بڑی مشقت سے اس کو جنا اور اُس کو اُٹھائے رکھنے اور اُس کو دودھ چھڑانے کی مدت ڈھائی برس ہوتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ پوری توانائی کو پہنچ گیا اور چالیس سال کی عمر تک پہنچا تو وہ کہتا ہے کہ: یارب! مجھے توفیق دیجیے کہ میں آپ کی اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی اور ایسے نیک عمل کروں جن سے آپ راضی ہو جائیں اور میرے لیے میری اولاد کو بھی صلاحیت دے دیجیے، میں آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں فرماں برداروں میں شامل ہوں۔'' (الاحقاف: 15)

والدہ کی عظیم قربانی

اس آیت میں پہلے تو اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے، پھر اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ والدین کی خدمت و اطاعت ضروری ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے تمہاری پیدائش سے لے کر جوانی تک تمہارے لیے بڑی مشقتیں برداشت کی ہیں۔ خصوصاً ماں کی محنت و مشقت بہت ہی نمایاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حصے میں ماں کی تین اہم مشقتوں و تکالیف کا ذکر فرمایا ہے۔

(الف) ایک طویل مدت نو ماہ تک اپنے پیٹ میں اولاد کو اٹھائے رکھتی ہے، جس دوران اس کو طرح طرح کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔

(ب) ولادت کے وقت سخت درد برداشت کرتے ہوئے جان پر کھیل کر اولاد کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

(ج) بچے کے حمل اور ولادت کی مشقت کے بعد بھی ماں کو محنت سے فراغت نہیں ملتی، کیوں کہ اس کے بعد بچہ کی غذا بھی ماں کی چھاتیوں میں اتار دی گئی ہے، وہ اس کو دودھ پلاتی ہے۔ ان ہی کٹھن مراحل سے ہر ماں کو گزرنا پڑتا ہے، جن کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر اولاد پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ والدین خصوصاً ماں سے حسنِ سلوک کرے اور خدمت گزاری میں کمی نہ کرے۔ (باقی صفحہ 17 پر)

ایم کیو ایم: محبِّ وطن یا......؟

6مئی 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی:
رضوان الرحمٰن رضی (معروف صحافی و دانشور)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال: ایس ایس پی راؤ انور نے ایم کیو ایم کے خلاف جارحانہ پریس کانفرنس کرکے اور ایم کیو ایم پر پابندی لگانے کا مشورہ دے کر کیا اپنے اختیارات سے تجاوز نہیں کیا؟ یہ پریس کانفرنس اُس کا ذاتی فیصلہ تھا یا اُسے کسی بڑی قوت کی پشت پناہی حاصل تھی؟

ایوب بیگ مرزا: پنجاب میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات مجرموں کی گرفتاری کے بعد ایس ایس پی یا ایس پی پریس کانفرنس کرتے ہیں۔ کراچی میں تو یہ کافی ہوتا ہے، لیکن جس انداز میں راؤ انور نے پریس کانفرنس کی ہے وہ ان کا مینڈیٹ نہیں تھا۔ ان کا یہ کہنا نہیں بنتا تھا کہ ایم کیو ایم پر پابندی لگا دی جائے۔ اپنی تجاویز اور مشورے دینے کی انھیں کوئی ضرورت نہیں تھی۔ جس انداز میں انہوں نے پریس کانفرنس کی اور جتنا جارحانہ انداز ان کا تھا، میں نہیں سمجھتا کہ ایک ایس ایس پی اپنے تئیں یہ جرأت کر سکے۔ دراصل کراچی میں جو آپریشن ہو رہا ہے، اس کی زد میں ایم کیو ایم زیادہ آ رہی ہے۔ پیپلز پارٹی یہ محسوس کر رہی تھی کہ رینجرز جب ایم کیو ایم سے تھوڑا فارغ ہوں گے تو ان کا رخ پیپلز پارٹی کی طرف ہوگا۔ ایک رائے یہ ہے کہ زرداری صاحب نے یہ چال چلی، کیونکہ راؤ انور ان کے بہت قریب رہا ہے۔ بظاہر تو اس حوالے سے خیال اسٹیبلشمنٹ اور رینجرز کی طرف ہی جائے گا، یوں ایم کیو ایم کی ان اداروں کے ساتھ جنگ تیز سے تیز تر ہو جائے گی۔ چنانچہ پیپلز پارٹی کی طرف رینجرز کی توجہ کچھ وقت کے لیے رک جائے گی۔ لہٰذا کہا جاتا ہے کہ پیپلز پارٹی نے یہ ایک سیاسی چال چلی ہے اور اس کے پیچھے زرداری صاحب ہیں۔

سوال: الطاف حسین نے اپنے ردِعمل میں فوج کو بے نقط سنائی ہیں، پنجابیوں کو بھی برا بھلا کہا۔ کیا انہوں نے over-react نہیں کیا؟ کیا یہ ریاستی اداروں کو کھلم کھلا چیلنج نہیں ہے؟

رضوان الرحمٰن رضی: الطاف بھائی اس طرح کی باتیں پہلے بھی بڑے تسلسل کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ان تمام باتوں کے باوجود ان کے حلقہ اثر میں کمی کے بجائے اضافہ ہی ہوتا ہے۔ ایم کیو ایم کی طاقت مہاجر ازم کا کارڈ کھیلنا ہے۔ اس کے لیے اسے پاکستان کی بیوروکریسی کی پوری سپورٹ تھی۔ جنرل مشرف کے دور میں ہماری خاکی بیوروکریسی کی سپورٹ بھی اس کاز کے اندر شامل ہوتی ہے، جس کے مصنف رئیس امروہی اور چار دوسرے لوگ تھے، جو سب کے سب غیر طبعی موت مرے۔ جب کوئی monstor تخلیق ہوتا ہے تو وہ مانسٹر پہلے اپنے خالق کو کھاتا ہے۔ ان چار لوگوں نے اس تحریک کو لیڈ کرنے کے لیے الطاف بھائی کا انتخاب کیا تھا۔ ہماری خاکی اسٹیبلشمنٹ نے کوئی پہلی مرتبہ تشویش کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن اب ہم نے ایک ڈراما کیا۔ صولت مرزا کی پھانسی سے پہلے مچھ جیل میں جا کر اس کی ایک ویڈیو ریکارڈنگ کر کے اسے اپنے منظور نظر اینکر کے ذریعے جاری کر دیا۔ میرا ایک سادہ سا سوال ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی الزام ہے تو اسے عدالت میں لے جا کر ثابت کر دیجیے۔ ثابت نہ بھی کر سکیں تو کم از کم عدالت تو لے کر جائیں۔ آپ تو میڈیا ٹرائل کر رہے ہیں، جس کے سبب ان کے پیروکاروں میں پاکستان کی ریاست، پاکستان کی حکومت، پاکستان کے دفاعی اداروں کے خلاف نفرت بڑھتی ہے۔ اگر نائن زیرو سے ولی خان بابر کا قاتل پکڑا گیا ہے تو اسے تو عدالت کی طرف سے پھانسی کی سزا ہو چکی ہے، اس پر عمل درآمد کیوں نہیں کرایا جاتا؟ دراصل ہمارے سول اور دفاعی ادارے اس طرح کے الزامات لگا کر ایم کیو ایم سے کچھ space win کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ راؤ انور جیسے لوگ لائن میں لگے ہوئے گزرتے جاتے ہیں جبکہ ایم کیو ایم کی لیڈرشپ 1992ء سے اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی ہے۔ جب تک آپ قانون کو اپنا راستہ نہیں لینے دیں گے، یہ مانسٹر بڑا سے بڑا ہوتا جائے گا۔

مرتب: محمد خلیق

سوال: کیا الطاف حسین کے خلاف لیگل ایکشن لینے کا فیصلہ ہو چکا ہے؟

رضوان الرحمٰن رضی: ان کے خلاف ایک ایف آئی آر تو پہلے ہی درج ہو گئی ہے جب انہوں نے رینجرز کے کرنل صاحب کو دھمکی دی تھی۔

سوال: اس طرح کی ایف آئی آر تو درجنوں ہیں ان پر؟

رضوان الرحمٰن رضی: وہ ساری میثاق جمہوریت کے تحت ختم ہو گئی تھیں۔ اس کے بعد یہ پہلی ایف آئی آر ہے۔ ایک ایف آئی آر ان کے خلاف ایم ڈی کے ای ایس سی کیس کے حوالے سے بھی ہے، جس میں وہ شریک ملزم نامزد ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ فوجی عدالتیں اس لیے بنائی گئیں کہ پاکستان کی سالمیت کے خلاف کوئی کام ہوگا تو ہم اسے فوجی عدالتوں میں لے کے جائیں گے۔ سپریم کورٹ نے اگرچہ اس کی سزاؤں پر عمل درآمد روک دیا ہے لیکن عدالتوں کو کام کرنے سے تو نہیں روکا۔ اس طرح کے کیسز آپ کے لیے ٹیسٹ کیسز ہیں۔ انہیں فوجی عدالت میں لے کر جایئے، سپیڈی ٹرائل کیجیے اور سزا دلوایئے۔

سوال: آپ کا خیال ہے کہ ایم کیو ایم کے مبینہ مجرموں کو کیفرکردار تک نہ پہنچانے کی ذمہ دار بیوروکریسی اور فوج ہے؟

> مجرموں کا میڈیا ٹرائل کرنے کے بجائے عدالتوں سے سزائیں دلوائی جائیں۔

رضوان الرحمٰن رضی: میں یہ براہِ راست نہیں کہنا چاہ رہا تھا، لیکن اگر آپ نے کہہ دیا ہے تو میرا مطلب بالکل یہی ہے کہ مروجہ قوانین کے تحت مجرم کو سزا دی جائے، خواہ وہ کسی بھی پارٹی کا ہو۔ پولیس مقابلے میں مجرم کو مارنے سے جرم ختم نہیں ہوتے۔ قانون کے مطابق سزا دینے سے آپ کراچی کے حالات میں جوہری تبدیلی آتے ہوئے

دیکھیں گے۔

سوال: الطاف حسین کے بیان پر اگلے دن مرکزی حکومت نے اپنا ردعمل دیا جس میں جرم اور سزا کا ذکر کم جبکہ معافی کا ذکر زیادہ تھا۔ کیا مرکزی حکومت ایم کیو ایم کے حوالہ سے نرم گوشہ رکھتی ہے اور سندھ حکومت نے پُراسرار خاموشی کیوں اختیار کر رکھی ہے؟

> ہمارے سیاست دان اپنے فائدے کے لیے کچھ بھی کر گزرتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: ابھی رضوان رضی صاحب نے بہت صحیح باتیں کی ہیں، البتہ یہ بات مجھے کچھ درست نہیں لگی کہ الطاف حسین ایسی باتیں کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اس دفعہ کچھ نئی باتیں کی ہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ ہم دیکھیں گے کہ سندھ کا دریا کس کے خون سے رنگین ہوتا ہے۔ پنجابیوں کے بارے میں جو گندی باتیں کیں، اس پر بھی مجھے اعتراض ہے۔ اس پر کوئی نہیں بولا۔ پرویز رشید صاحب جو ہر بات میں بولتے ہیں، انہوں نے بھی پہلے معافی کی بات کی اور بعد میں جرم کی۔ وزیراعظم صاحب نے کہا کہ آگے سے انہیں احتیاط کرنی چاہیے۔ گویا پہلے ہی جرم معاف کر دیا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ اس میں سول اور ملٹری بیوروکریسی کا قصور ہے لیکن اس کے ساتھ کہیں زیادہ سیاست دانوں کا قصور ہے جو اپنے فائدے کے لیے کچھ بھی کر گزرتے ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ میڈیا ٹرائل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ واقعتاً اسے اس سے مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔

سوال: جب ایم کیو ایم کا کریمنل پکڑا جاتا ہے تو وہ اس سے لاتعلقی کا اظہار کرتی ہے۔ پچھلے ڈھائی تین سال سے الطاف حسین کی وجہ سے ایم کیو ایم کی مشکلات میں اضافہ ہوا ہے۔ کیا اب وہ وقت نہیں آ گیا کہ ایم کیو ایم بحیثیت جماعت الطاف حسین سے لاتعلقی کا اظہار کر دے؟

رضوان الرحمٰن رضی: پہلی بات یہ ہے کہ الطاف حسین ملزم ہیں، اور وہ بھی برطانیہ کے۔ وہاں پر وہ شامل تفتیش ہیں۔ وہ ایک برطانوی شہری ہیں اور برطانیہ کے قوانین ان پر لاگو ہوتے ہیں۔ الطاف صاحب کے آؤٹ برسٹ کا ایک پہلو تو پاکستان کی سیاست ہے جبکہ دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ برطانیہ میں دو جرائم، یعنی قتل اور منی لانڈرنگ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہاں سے جب دباؤ بڑھتا ہے تو اس کا آؤٹ برسٹ پاکستان کو بھگتنا پڑتا ہے۔

وسیم احمد: یہ تو وہ آن ایئر اقرار کر چکے ہیں کہ مجھ پر دباؤ ہوتا ہے، اور میں ہائپرٹینشن کا مریض ہوں۔

رضوان الرحمٰن رضی: دوسری بات یہ کہ ہر ملک کے اندر میڈیا ریگولیٹر ہوتے ہیں، اور وہ کوئی بھی hate speach آن ایئر نہیں جانے دیتے۔ پاکستان کے اندر بھی ایک میڈیا ریگولیٹر ہے۔ اس نفرت انگیز مواد کو نشر ہونے سے روکنا ریگولیٹر کی ذمہ داری تھی، لیکن اس نے کچھ نہیں کیا۔ ایک غیر ملکی پاکستان کے مقامی حالات کے مطابق خطاب کرتا ہے اور اس کو پورا میڈیا دکھاتا ہے۔ میڈیا کی مجبوری یہ ہے کہ اس کے ہیڈ آفس کراچی میں ہیں اور ان لوگوں نے گھروں کو بھی جانا ہوتا ہے۔

وسیم احمد: پیمرا کا ہیڈ آفس کراچی میں نہیں، اسلام آباد میں ہے۔

رضوان الرحمٰن رضی: کراچی میں بھی ہو so what۔ پرائیویٹ میڈیا کو سرکار سپورٹ کرے۔ ریگولیٹر کھڑا ہو کر کہے کہ جناب آپ نہ دکھاؤ، کوئی آپ کو بند کرے گا تو ہم چلوا کے دکھائیں گے۔ میڈیا کے اندر مافیا نے اپنے پاؤں کافی پھیلا لیے ہوئے ہیں۔ یہ موقع میڈیا کو مشرف دور سے ملنا شروع ہوا، کیونکہ اس میں ہمارے سکیورٹی اداروں اور ایم کیو ایم کے درمیان ''ہینڈز ان گلوز'' والی صورت حال تھی۔ کراچی اور سندھ کے حوالے سے جو بھی فیصلے ہماری سکیورٹی اسٹیبلشمنٹ کرتی تھی وہ ایم کیو ایم کو اعتماد میں لے کر کرتی تھی۔ الطاف بھائی کے آؤٹ برسٹ کا ایک فیکٹر یہ بھی ہے کہ اب انہیں کوئی پوچھتا نہیں ہے۔ ان کے بڑے دکھ ہیں، جن کا وہ رونا روتے ہیں۔ ایک بچہ جب گھر میں برتن توڑنا شروع کرتا ہے، دروازے کو زور زور سے مارتا ہے تو والدین سمجھ جاتے ہیں کہ اصل میں اس کا مسئلہ کیا ہے۔ اس وقت ایم کیو ایم نہ وفاق میں حکومت میں شامل ہیں اور نہ صوبے میں۔ اصل مصیبت یہی ہے کہ انہیں اقتدار سے الگ ہونا پڑا ہے۔ یہ تو دہلی اور آگرہ کے ادوار سے اقتدار کی غلام گردشوں کے شوقین اور عادی ہیں۔ اب انہیں اقتدار سے باہر نکال دیا گیا ہے۔ ایسے میں الطاف بھائی دو دو، تین تین گھنٹے روئیں نہ تو کیا کریں!

سوال: الطاف حسین اکثر متنازعہ بیانات دیتے ہیں اور فوراً ہی معافی تلافی پر اُتر آتے ہیں۔ کیا ان کے ایسے بیان جس پر آرٹیکل 6 کا اطلاق ہوتا ہے، انہیں معاف کر دینا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر یہ طے ہو جائے کہ انہیں معافی دے دینی چاہیے تو پھر ہمیں جیلوں کے دروازے بھی کھول دینے چاہئیں۔ سب کے لیے عام معافی کا اعلان ہو جانا چاہیے۔ ان کے پاس دہری شہریت ہے، وہ صرف برطانوی شہریت کے حامل نہیں ہیں۔ ان کا پاسپورٹ پاکستانی سفارت خانے نے روکا ہوا ہے۔ اگر شہریت نہ بھی ہو، تو ان کے خلاف مقدمہ درج ہو سکتا ہے۔ دراصل یہاں نیتوں کا معاملہ ہے۔ جنرل مشرف جب اقتدار میں نہیں آیا تھا تو اس نے ایک فائل میں ایم کیو ایم کے بارے میں نہایت سنگین الزامات لگائے تھے، لیکن جب اس نے حکومت پر غاصبانہ قبضہ کر لیا اور حکومت کرنے کے لیے ایم کیو ایم کی ضرورت پڑی تو اس کو اپنے سارے ریمارکس بھول گئے۔ یہی ہماری حکومتوں کا المیہ ہے۔ آج بھی انہیں بغیر مانگنے کے معافی دی جا رہی ہے۔

سوال: ایم کیو ایم سیاسی قوت ہے اور اگر ریاستی طاقت سے اس کو روکا گیا تو اس کا ردعمل پاکستان کے لیے مناسب نہیں ہوگا۔ اس رائے میں کتنا وزن ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس میں وزن ہے۔ ان پر یوں پابندی نہیں لگنی چاہیے۔ انفرادی سطح پر کسی نے جو کچھ بھی کیا ہے، اس پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلنا چاہیے۔ بحیثیت جماعت اگر ان کے منشور یا عمل میں کسی چیز کا کوئی تحریری ثبوت مل جائے تو سب کچھ عدالت کے ذریعے ہونا چاہیے۔

> برطانیہ میں جب الطاف حسین پر دباؤ بڑھتا ہے تو اس کا آؤٹ برسٹ پاکستان کو بھگتنا پڑتا ہے

رضوان الرحمٰن رضی: تھرڈ ورلڈ اور لاطینی امریکہ میں بہت سی ایسی سیاسی جماعتیں ہیں جن کے عسکری ونگ ہیں۔ انگلینڈ میں آئرش ری پبلک آرمی کا پولیٹیکل ونگ سرکار کے ساتھ مذاکرات کر رہا ہوتا تھا جبکہ عسکری ونگ والے تخریبی کارروائیاں کر رہے ہوتے تھے۔ اسی طرح پاکستان کے اندر بھی شاید ایسا ہے۔ البتہ ایم کیو ایم کا معاملہ اور ہے۔ وہ ایک کریمنل گینگ ہے جس کا ایک پولیٹیکل face بھی ہے۔ اس سے نمٹنے کا طریقہ یہی ہے کہ آپ

کریمنل کو قانون کے مطابق سزا دیتے جائیے۔ کسی مجرم کو دی گئی سزا باقی لوگوں کے لیے عبرت کا باعث ہوتی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: پہلے بیان دینا اور پھر اس پر معافی مانگنا، ان کا یہ طرزِ عمل پست اور بیمار ذہنیت کا آشکار ہے۔ آخر آدمی کی زبان کی کوئی قدر بھی ہوتی ہے۔ وہ روز استعفیٰ دیتے ہیں، اور لوگ ان کے استعفیٰ پر کہتے ہیں کہ واپسی کب ہو رہی ہے!

> ایم کیو ایم کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت وہ وفاقی اور صوبائی دونوں حکومتوں سے باہر ہے

سوال: آپ کہہ رہے ہیں کہ ان پر اس طرح پابندی نہیں لگنی چاہیے، بات یہ ہے کہ......

ایوب بیگ مرزا: میں یہ نہیں کہہ رہا کہ پابندی نہیں لگنی چاہیے، بلکہ یہ عدالتی عمل کے ذریعے ہونا چاہیے۔

سوال: ان کے خلاف اگر ہمارے اداروں یا حکومت نے کوئی ایکشن لے کر پابندی نہیں لگائی تو کیا یہی فارمولا ہماری دوسری سیاسی طاقتوں پر apply نہیں ہوتا؟

ایوب بیگ مرزا: میں یہ بات دہرانا چاہوں گا کہ وہ ایک دن دھمکی دیتے ہیں اور دوسرے دن کہتے ہیں کہ آپ سے معافی مانگتا ہوں، ایک دن استعفیٰ دیتے ہیں اور دو دن بعد واپس لے لیتے ہیں، یہ پست اور بیمار ذہنیت کی نشانی ہے۔ یہ رویہ مجرمانہ ذہنیت کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک صحت مند ذہن والا شخص یہ کام نہیں کر سکتا۔ حکومتوں کا معاملہ بھی یہی ہے۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ جو کچھ صوفی محمد نے کہا تھا جس پر سارا پاکستان بول اٹھا تھا، وہ کیا تھا! کیا اس سے زیادہ تھا جو الطاف حسین نے کہا ہے؟ یقیناً اتنا نہیں تھا، اس سے کم ہی تھا۔ لیکن وہاں ہم نے کیا کچھ نہیں کیا۔ تقریباً آٹھ، دس سال ہو چکے ہیں، وہ شاید سورج بھی نہیں دیکھ سکتے۔ چند دن پہلے ان کی وصیت آئی ہے۔ میں اس پر انہیں خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ بہرحال، بات ہو رہی تھی کہ ہماری ہر حکومت اور حکومت ہی نہیں ہمارے ادارے بھی، ہر بات کو اس طرح تولتے ہیں کہ اگر میں یہ کام کروں گا تو میری کرسی مضبوط کتنی ہوتی ہے، یا مجھے سیاسی فائدہ کتنا پہنچے گا۔ یہ لوگ صرف اپنی کرسی کی مضبوطی میں پاکستان کے مستقبل کے ساتھ کھیل جاتے ہیں۔ مرکزی حکومت ہو یا صوبائی، سب کا معاملہ یہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ان کا حوصلہ بڑھ رہا ہے۔ وہ اگر ایک صحافی مارتے ہیں تو اس کے پانچ گواہ بھی مار دیتے ہیں۔ اس میں ہمارے عدالتی نظام کا بھی قصور ہے۔ کئی کئی سال فیصلے نہیں ہوتے۔ ایک الیکشن کی پٹیشن جاتی ہے، دوسرا الیکشن آجاتا ہے۔ ہمارا عدالتی نظام بالکل فرسودہ ہو چکا ہے۔ ہندوستان کا عدالتی نظام اس سے کئی بہتر ہے، اگرچہ طرز ان کی بھی یہی ہے۔

رضوان الرحمٰن رضی: بھارت کا جوڈیشل سسٹم ہم سے بہت سست ہے۔ وہاں کے چیف جسٹس آئے تھے تو میں نے ان کا انٹرویو کیا تھا۔ انہوں نے اس بات کی تعریف کی تھی کہ آپ کی عدالتوں میں فیصلہ سازی کا عمل ہماری نسبت ڈھائی سے تین گنا تیز ہے۔

ایوب بیگ مرزا: ایک ماہ کے اندر اندر ان کی الیکشن پٹیشن کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔

رضوان الرحمٰن رضی: وہاں پر فضول قسم کی الیکشن پٹیشن وہ انٹرٹین بھی نہیں کرتے بلکہ شروع میں ہی فارغ کر دیتے ہیں۔ اسی لیے لوگ ان کے پاس جاتے بھی نہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے ہاں ججز الیکشن نہیں کرواتے۔

اب تک پاکستان کی حکومت نے اپنی پوری شدومد کے ساتھ جو واحد کارروائی کی تھی وہ جنرل نصیر اللہ بابر کی سربراہی میں ہوئی۔ کھلی گراؤنڈ کے اندر انہوں نے ماورائے عدالت killing کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ جتنی بوریاں مجھے بھیجو گے، اتنی بوریاں تمہیں بھیجوں گا۔ قانون کو انہوں نے بھی عمل نہیں کرنے دیا۔ لہٰذا وہ سارا عمل ریورس ہوا۔ وہ تمام لوگ جنہوں نے 1992ء کے آپریشن میں حصہ لیا تھا، ان کو بھی مارا گیا۔ اب نائن زیرو پر چھاپہ مارنے میں جنہوں نے معاونت کی تھی، ان کو بھی چن چن کر مارا جا رہا ہے اور بڑے دھڑلے سے کہا جا رہا ہے کہ یہ طالبان کر رہے ہیں۔ تاریخ میں اب تک ان کریمنلز کے خلاف جو موثر ترین کارروائی ہوئی، وہ بھی قانونی طریقے سے نہیں کی گئی۔ خدارا! قانون جتنا مرضی گھٹیا ہے، سست رو ہے، کرپٹ ہے، اس نے مجرموں کو جو پھانسیاں دے دی ہیں، ان کو تو لٹکا دیں۔ ایک اور بات عرض کروں۔ جس رات نائن زیرو پر چھاپہ پڑا ہے، وہاں بہت زیادہ تعداد میں جرائم پیشہ افراد اور اسلحہ موجود تھا۔ ہمیں حقیقت بتائی جائے کہ اس رات کراچی پر کیا قیامت ٹوٹنے والی تھی جس کو ہمارے اداروں نے روکا ہے! جب اس قیامت کی تفاصیل آئیں گی تو ایک نئی قیامت برپا ہو گی۔ اس دن کراچی میں خون کی ندیاں بہانے کا منصوبہ تھا جو ہمارے اداروں نے ناکام بنایا۔

سوال: بلوچستان اسمبلی الطاف حسین اور ایم کیو ایم کے خلاف ایک قرارداد منظور کر چکی ہے۔ باقی اسمبلیاں بھی ایسا کرتی نظر آرہی ہیں۔ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

ایوب بیگ مرزا: چونکہ بنیادی نظام ہی درست نہیں ہے، لہٰذا میں تو کسی صورت میں بھی کوئی بھلائی نہیں دیکھ رہا۔ یہ سب کچھ سیکولر گراؤنڈز پر ہو رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ اس ملک کے نظام کو بنیادی طور پر تبدیل کیا جائے۔ ہم پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک خوشحال' فلاحی' اسلامی ریاست نہیں بنا سکتے جب تک ہم اس کی بنیاد کو درست نہیں کرتے۔ ہم نے بنیاد کہیں رکھی ہے جبکہ عمارت کہیں اور تعمیر کرنی شروع کر دی ہے۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کس نظریئے کی بنیاد پر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ اگر ہم نے سیکولر نظام ہی رکھنا تھا تو بھارت سے الگ ہونے کی ضرورت کیا تھی؟ اس وقت ہم سے زیادہ تعداد میں مسلمان بھارت میں ہیں۔ انہیں تکلیفیں آتی ہوں گی۔ تو کیا یہاں مسلمان بڑے سکھ چین میں بیٹھا ہوا ہے؟ یہاں گاؤں اور دیہاتوں میں جا کر زندگی کا مشاہدہ کریں، لوگ کس طرح غیر انسانی سطح پر رہ رہے ہیں۔ تو پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر ہم اللہ اور اس کے رسول کا دیا ہوا نظام یہاں نافذ نہیں کرتے تو ہمارے کسی بھی بظاہر اچھے کام کا ایک آدھ فائدہ تو پہنچے گا لیکن اس کے ساتھ دس خرابیاں اور پیدا ہو جائیں گی۔ جو کچھ ہم کر رہے ہیں، یہ ہماری فطرت کے خلاف ہے۔ اس سے ہم کبھی صحیح راستے پر نہیں پڑ سکیں گے۔

> ایم کیو ایم پر پابندی صرف عدالتی عمل کے ذریعے لگنی چاہیے۔

[اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔]

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

امیر سے ملاقات

رفقاء کے پوچھے گئے سوالات اور امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے جوابات

سوال: ایک طرف تو ہم ٹی وی کو گھر سے نکالنے کی ترغیب دیتے ہیں جبکہ دوسری طرف تنظیم کی نامور شخصیات ٹی وی پر آ رہی ہیں۔ اس سے تو ٹی وی کو پروموٹ کیا جا رہا ہے؟ (محمد زوہیب، ساہیوال تنظیم)

جواب: ٹی وی اصلاً تو ایک ذریعۂ ابلاغ ہے اور اس ناطے as such اس میں کوئی برائی نہیں ہے، لیکن آج اس کے ذریعے سے بڑے پیمانے پر فحاشی و عریانی عام کی جا رہی ہے۔ غالب استعمال شر کا ہے جبکہ دینی پروگرام آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ جو دینی پروگرام ہیں ان میں بھی کس قدر صحیح دین پیش کیا جا رہا ہے۔ تاہم یہ بہت زیادہ مؤثر ذریعہ ابلاغ ہے۔ اسی وجہ سے بانی محترمؒ کی ابتدا ہی سے یہ رائے رہی تھی کہ جو بھی ذرائع ابلاغ ہیں ان کو استعمال میں لانا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک دعوت پہنچ سکے۔ چنانچہ انہوں نے قرآن کی دعوت کو عام کرنے کے لیے ٹی وی کو بھی استعمال کیا۔

اس حوالے سے ہمارے لیے دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر جگہ جا کر اسلام کا پیغام پیش کرتے تھے، یعنی مکہ اور اس کے آس پاس اگر کہیں میلہ ہوتا تھا وہاں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ قافلے آتے تھے تو وہاں دعوت پہنچائی جاتی۔ حج کے لیے لوگ آتے تو وہاں بھی دعوت پہنچاتے۔ لہٰذا ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمیں اگر موقع ملتا ہے تو ہم اپنی دعوت پہنچائیں گے لیکن اس کی برائی میں شریک نہیں ہوں گے۔ ہمارے بہت سے رفقاء ایسے ہیں کہ جو ٹی وی پر بانی محترمؒ کے خطابات سن کر دین کی طرف آئے اور پھر تنظیم میں بھی شامل ہوئے، لیکن اب ہم انہیں یہ کہتے ہیں کہ اس کا شر اس کے نفع سے بڑھ کر ہے، لہٰذا اپنے گھر کے ماحول کو پاکیزہ رکھنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ ٹی وی اور کیبل کے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو بچانا اور گھر کو پاکیزہ رکھنا بہت مشکل ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آپ مت رکھیں۔ آپ اس کو اپنے گھر سے نکال دیں۔ یہ ہمارا موقف ہے!

سوال: ندائے خلافت کے شمارہ 4 میں ایوب بیگ مرزا صاحب نے دھرتی ماں کے عنوان سے اداریہ لکھا تھا۔ کیا ہمیں اس کی وضاحت ملے گی؟ (نوید صاحب، حلقہ سکھر)

جواب: اس اداریے کا تناظر یہ تھا کہ کبھی پنجاب کو اور کبھی سندھ کو مختلف صوبوں میں تقسیم کرنے کی بات آتی ہے تو لوگ اس پر ردِعمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پنجاب والے کہتے ہیں کہ اس کا ایک خاص مقام ہے، اسے مزید تقسیم نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح ہمارے سندھی بھائیوں کو اعتراض ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک انتظامی معاملہ ہے۔ اسی تناظر میں دھرتی ماں کا ایک تصور آیا تھا جسے ایوب بیگ مرزا صاحب نے لکھا۔ میں اس کی وضاحت یوں کروں گا کہ آج دھرتی ماں کا جو تصور دیا جا رہا ہے، جو کہ ہندوؤں میں تو بہت ہی زیادہ ہے، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ جس علاقے میں آپ پیدا ہوئے اس کا حق آپ پر زیادہ ہے، اس کے ساتھ خیر خواہی آپ کر سکتے ہیں لیکن یہ کہ کسی ملک کو کوئی خاص تقدس حاصل ہو گیا ہے تو یہ تصور اسلام کا نہیں ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس تصور کو وطن پرستی، لسانیت اور نسل کی بنیاد پر مغرب میں بھی عام کیا جا رہا ہے۔ یہ تصور کہ کوئی خطہ ایک وطن ہے اور اسی کے مفاد کے لیے سارا کام کرنا ہے، ٹھیک نہیں ہے۔ علامہ اقبال نے اس کو صحیح پہچانا تھا اور وطن پرستی کو انہوں نے اس دور کا شرک قرار دیا۔ اگرچہ شروع میں علامہ اقبال خود بھی اس کے زیرِ اثر آئے تھے اور اپنے ابتدائی دور میں یہاں تک کہہ گئے کہ:

سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو بُرا نہ مانے
تیرے صنم کدے کے بت ہو گئے پرانے

اسی حوالے سے وہ لکھتے ہیں کہ:

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرّہ دیوتا ہے

یہ اس وقت کا بخار تھا، لیکن علامہ جب یورپ گئے ہیں تو ان پر اس کی حقانیت کھلی ہے اور پھر انہوں نے بت پرستی ضرب لگائی کہ:

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے، جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اسلام کا تصور کیا ہے، اس کو بھی علامہ اقبال کے حوالے سے ہی پیش کر دوں کہ جب ان پر وطن پرستی کا بھوت سوار تھا تو انہوں نے ترانہ ہندی کہا تھا کہ:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

لیکن جب قرآنی پیغام ان پر واضح ہو گیا تو پھر کس شان سے انہوں نے اس کو پہنچایا کہ

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

ایک مسلمان کے لیے سرحدیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ وہ تو اللہ کی زمین پر اس کا عادلانہ نظام قائم کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اللہ کے نمائندہ کی حیثیت سے ساری زمین کا مالک مسلمان ہے۔ یہ تصور عام کرنے کی ضرورت ہے۔ سورۃ العنکبوت میں ہے کہ:

﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ(56)﴾

"اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، میری زمین بڑی وسیع ہے، بندگی صرف میری ہی کرو۔"

☆☆☆☆☆

حلقہ کراچی شمالی کا اجتماعِ رفیقات

28 مارچ 2015ء کو تمام رفیقات کا اجتماع قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں منعقد کیا گیا۔ آغاز پر محترمہ ام ذیشان نے سورہ احزاب کی آیات 33 تا 36 کی تلاوت کی اور ترجمہ بیان کیا۔ محترمہ ام اسامہ علی نے امیر محترم کے حلقہ خواتین سے کیے گئے ایک سابقہ خطاب سے اقتباسات سنائے۔ اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمایا ہے جن کے پاس نہ صرف یہ کہ اسلام وایمان کی دولت موجود ہے بلکہ ہمیں دینی ذمہ داریوں کا شعور بھی عطا ہوا۔ سو ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ تنظیم کا کوئی الگ فکر و فلسفہ نہیں بلکہ دین کا پیغام اور دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی ہی تنظیم کا پیغام ہے۔ محترمہ ام اسامہ نے رفیقات کی تذکیر کے لیے عہد نامہ رفاقت تنظیم اسلامی برائے خواتین بھی پڑھ کر سنایا۔

اس کے بعد امیر محترم کی ہمشیرہ محترمہ زوجہ اسعد مختار کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے رفیقات کو ذاتی محاسبہ کرتے رہنے کی تلقین کی اور اپنی صلاحیتوں کو اللہ کے راستہ میں لگانے کے لیے اخلاص نیت سے آغاز کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ انفرادی سطح پر تو ہمیں ادخلوا فی السلم کافۃ کے لیے کوشاں رہنا چاہیے جبکہ اجتماعی سطح کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے اپنے دائرہ کار کو پہچاننا بہت ضروری ہے۔ لازم ہے کہ اپنی چھپی صلاحیتوں کو ابھارا جائے لیکن ساتھ ہی دینی حدود کا خیال رکھا جائے اور تنظیمی نظم سے مستقل رہنمائی لی جائے۔ بحیثیت خاتون ہمارے لیے سب سے زیادہ اہمیت کا مرکز ہمارا گھر اور اس کی ذمہ داریاں ہونی چاہئیں۔ ہماری سرگرمیوں میں اولین ترجیح اسرہ کے پروگرام میں شرکت ہونی چاہیے۔ تنظیمی لٹریچر اور جرائد کا مطالعہ کرتے رہنا بھی بہت ضروری ہے۔ اسرہ کو ہم جتنی اہمیت دیں گے، اتنا ہی وہ ہماری تربیت کے لیے فائدہ مند ہوگا۔

ان عمومی ہدایات کے بعد رکن مرکزی اسرہ نے سورہ تغابن کی آیات 13، 14 اور سورہ تحریم کی آیت 6 کے حوالہ سے کچھ نکات پیش کیے۔ قریبی رشتوں کے حوالہ سے بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں یہ ہمیں جنت سے دور کرنے اور جہنم سے قریب کرنے کا سبب تو نہیں بن رہے۔ گھر والوں کے ساتھ حکمت اور درگزر سے کام لینا ضروری ہے۔ اہل خانہ کو آگ سے بچانے کی فکر کرنا ہماری اہم ذمہ داری ہے۔ عورت اپنے شوہر کے حوالہ سے تو مسئول نہیں لیکن اولاد کی تربیت اس کے لیے مقدم ترین ذمہ داری ہونی چاہیے۔ اس سلسلہ میں مرکز میں بچوں کا تربیتی نصاب ترتیب دیا گیا ہے تاکہ ہر رفیقہ کو رہنمائی مل جائے۔ بعد ازاں انہوں نے بچوں کے نصاب میں شامل کتابوں کا مکمل تعارف اور اس سے استفادہ کا طریقہ سمجھایا۔ محترمہ ام اسماعیل صاحبہ نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ حاضرین محفل کو اس دوران ان کی نشستوں پر چائے پیش کی گئی۔ اس کے بعد سوال جواب کی نشست بھی ہوئی جس میں زوجہ اسعد صاحبہ نے رفیقات کے سوالات کے اطمینان بخش جوابات دیئے۔ آخر میں انہوں نے مختصر دعا کروائی۔ تقریباً 300 رفیقات نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

اس کے بعد حلقہ کی معاونات اور سینئر رفیقات سے بھی ایک گھنٹہ کا خطاب ہوا جس میں انہوں نے ذاتی اصلاح کو ترجیح دینے اور آپس کے رابطے بڑھانے کی اہمیت اجاگر کی۔ ساتھ ہی اسرہ کے تربیتی و دعوتی امور کے حوالہ سے بھی رہنمائی فراہم کی۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق دے کہ جو ہدایات ہم نے حاصل کیں، ہم انہیں اپنے عمل میں اتار سکیں۔ آمین یارب العالمین! (رپورٹ: زوجہ آصف پراچہ، گلستان جوہر 2)

حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام دعوتی کیمپ

حلقہ کراچی شمالی کے امیر جناب شجاع الدین شیخ نے حلقہ کی گیارہ تنظیموں کو توسیع دعوت کے ضمن میں 2 دعوتی کیمپ لگانے کی ذمہ داری سونپی۔ ایک کیمپ کی ذمہ داری مشترکہ طور پر گلستان جوہر 1 اور 2، گلزار ہجری، گلشن اقبال اور وسطی تنظیم کو دی گئی۔ دعوتی کیمپ کے لیے میزبانی کی ذمہ داری وسطی تنظیم کی تھی۔ امیر مقامی تنظیم محمد سلمان نے مشاورت سے جگہ کا انتخاب کیا اور لیاقت آباد کے علاقہ ایف سی ایریا ٹینکی گراؤنڈ میں کیمپ لگانے کا فیصلہ ہوا۔ مقامی امیر نے ذمہ داران کے ساتھ کئی بار علاقہ کا معائنہ کیا اور دعوت کے حوالے سے علاقہ کی حدود کا تعین کیا۔ ذمہ داریوں کے لیے ناظمین اور معاونین کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ پروگرام کی تشہیر اور دعوت کے لیے 3000 ہینڈ بلز، 700 دعوتی کارڈز، 20 بینرز اور 100 پول ہینگرز پرنٹ کروائے گئے۔

یکم مئی کو وسطی تنظیم کے رفقاء صبح سے ہی دعوتی کیمپ میں حاضر تھے۔ بعد نماز جمعہ دیگر رفقاء بھی دعوتی کیمپ میں آ گئے۔ جناب ڈاکٹر انوار علی (امیر گلزار ہجری) نے دعوت کی اہمیت اور گشت کے آداب پر تذکیری گفتگو فرمائی۔ رفقاء کی خدمت میں چائے پیش کی گئی۔ اس کے بعد جناب خبیب عبدالقادر نے گشت کے لیے 15 ٹیمیں تشکیل دیں۔ اس دوران رفقاء نے باہمی تعارف بھی حاصل کیا۔ 5 بجے دعوتی ٹیموں کو اپنے اپنے علاقوں میں روانہ کیا گیا۔ ان ٹیموں نے نماز عصر مختلف مساجد میں ادا کی۔ بعض مساجد کے باہر کارنر میٹنگ بھی ہوئیں۔ رفقاء نے گھر گھر جا کر عوام الناس کو دعوتی پروگرام میں شرکت کی دعوت دی۔

پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب تلاوت قرآن سے ہوا۔ جناب اویس پاشا قرنی نے قرآن وسنت کی روشنی میں "کلمہ طیبہ کا مفہوم اور اس کے تقاضے" کے موضوع پر نہایت پُر اثر خطاب فرمایا۔ فاضل مقرر نے فرمایا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سیرت طیبہ اور قرآن حکیم کی روشنی میں کلمہ طیبہ کا مفہوم اور اس کے تقاضوں کو شعوری طور پر سمجھیں۔ انہوں نے سورۃ آل عمران کی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر مسلمان انفرادی طور پر اللہ کی نافرمانی سے حتی الامکان بچے۔ یہ متقی افراد باہم مل کر ایک جماعت بنیں، پھر یہ جماعت خیر کی جانب دعوت دے۔

اس دعوتی کیمپ میں رفقاء و احباب سمیت 350 افراد اور تقریباً 125 خواتین نے شرکت کی۔ احباب سے رابطہ فارم پُر کروایا گیا۔ تقریب کا اختتام دعا پر ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے ہمارے لئے توشۂ آخرت بنا دے۔ آمین! (رپورٹ: محمد ارشد)

حلقہ فیصل آباد کے زیر اہتمام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دوروزہ پروگرام

یکم مئی 2015ء کو حلقہ فیصل آباد سے 13 رفقاء و احباب کا قافلہ امیر حلقہ کی معیت میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کے لیے روانہ ہوا۔ نماز مغرب سے پہلے یہ قافلہ مسجد طوبیٰ پہنچا، جہاں پر مقامی رفقاء ان کے منتظر تھے۔ پروگرام کے حوالہ سے مشاورت ہوئی۔ بعد نماز مغرب جامع مسجد سلطان فاؤنڈیشن کالج میں ڈاکٹر عبدالسمیع نے سورۃ الیل کا درس دیا اور جامع مسجد طوبیٰ میں حکیم محمد سعید نے رفقاء و احباب کو اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے آگاہ فرمایا۔

2 مئی بعد نماز فجر ڈاکٹر عبدالسمیع نے جامع مسجد قباء مصطفیٰ آباد میں گفتگو فرمائی۔ ملک احسان نے جامع مسجد فاطمہؓ میں خطاب فرمایا اور جناب رشید عمر نے طوبیٰ مسجد میں دینی ذمہ داریوں کو بیان کیا۔ نو بجے سے نماز ظہر تک مذاکرہ، بانی محترم کے ویڈیو خطاب کی سماعت کی گئی۔ عتیق الرحمٰن اور رشید عمر، پروفیسر خلیل الرحمٰن کی دعوت پر گورنمنٹ ڈگری کالج گئے۔ وہاں پر عتیق الرحمٰن نے کالج کے پروفیسرز کو خطاب فرمایا۔ بعد نماز عصر ملک احسان نے چک نمبر 392 چوتالہ میں اور عتیق الرحمٰن نے لکڑ منڈی کی جامع مسجد میں دینی ذمہ داریوں کے حوالہ سے مختصر گفتگو فرمائی۔ باقی رفقاء نے عصر سے مغرب تک شالیمار ٹاؤن میں انفرادی ملاقاتیں کیں اور

لٹریچر تقسیم کیا اور مغرب کے بعد مسجد میں ہونے والے خطاب کی دعوت دی۔ مغرب کی نماز کے بعد روف نذیر نے بیان کیا۔ رشید عمر نے رانا مون کی رہائش گاہ پر احباب سے دینی حوالہ سے گفتگو فرمائی۔ ملک احسان نے چک سادہ آرائیاں کی مسجد میں خطاب فرمایا اور احباب سے ملاقات بھی کی۔ نمازِ عشاء کے بعد رشید عمر نے محمد پورہ میں دینی ذمہ داریوں کے حوالہ سے خطاب فرمایا۔

3 مئی بعد نمازِ فجر جماعت اسلامی کی مسجد میں عتیق الرحمٰن نے دینی تقاضوں کے حوالہ سے مختصر گفتگو کی اور رشید عمر نے طوبیٰ مسجد شالیمار ٹاؤن میں درسِ حدیث دیا۔ ساڑھے نو سے بارہ بجے تک فہمِ دین کی نشست طوبیٰ مسجد میں ہوئی جس میں رفقاء و احباب بھی تشریف لائے۔ ان کے سامنے رشید عمر، عتیق الرحمٰن اور پروفیسر خلیل الرحمٰن نے دین کا ہمہ گیر تصور، دینی فرائض، منہج انقلاب نبوی ﷺ اور جماعت کی اہمیت احسن طریقے سے واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

یہ پروگرام مجموعی طور پر بہت اچھا رہا۔ مختلف مساجد اور مقامات پر دعوت کے مواقع حاصل کرنے میں ٹوبہ کے رفقاء کی کاوش قابلِ ستائش رہی۔ دعا کے ساتھ اس پروگرام کا اختتام ہوا اور ساتھی فیصل آباد کو روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ تمام شرکاء و رفقاء کی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور کمی کوتاہیوں کو معاف کرے۔ آمین! (رپورٹ: غلام نبی، ٹوبہ)

جناح پبلک لائبریری میں کتابی نمائش بعنوان ''کتابیں ہیں چمن اپنا''

19 اپریل کو جناب طارق، انچارج گورنمنٹ جناح پبلک لائبریری ساہیوال نے نقیب اسرہ ساہیوال شہر محمد سعید سے فون پر رابطہ کیا کہ وہ ان سے ملاقات کے خواہاں ہیں۔ اگلے دن پروفیسر ناصر چشتی صاحب اور راقم نے ان سے لائبریری میں ملاقات کی۔ انہوں نے بتایا کہ 29 اور 30 اپریل تک دو روزہ سالانہ کتابی نمائش جناح پبلک لائبریری ساہیوال میں منعقد ہو رہی ہے۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ تنظیم اسلامی بھی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی فکر انگیز تصانیف اس کتابی نمائش میں رکھے۔ دونوں منفرد اسرہ جات ساہیوال کے رفقاء سے باہمی مشاورت کے بعد طے پایا کہ وہ اپنے محدود وسائل سے اس پروگرام میں بھرپور شرکت کریں گے۔

29 اپریل 2015ء کو اس نمائش کا افتتاح کمشنر ساہیوال نے مختلف سیاسی اور سماجی شخصیات کے ہمراہ کیا۔ کمشنر صاحب نے بانی تنظیم اسلامی کی دینی خدمات کو سراہا۔ نمائش دیکھنے کے لیے طلبہ، اساتذہ اور آفیسرز تشریف لائے۔ لوگوں کو مختلف موضوعات پر سوالوں کے جواب دینے کا بھرپور موقع ملا۔ امیر حلقہ محمد ناصر بھٹی کی جانب سے بھرپور معاونت اس طرح کی گئی کہ دوسرے دن حافظ محمد فیضان اور عابد حسین کو انہوں نے کتب کے ہمراہ بھیج دیا۔ اس نمائش کی وجہ سے ہمیں ساہیوال شہر میں تنظیم اسلامی کو بہتر طریقے سے متعارف کرانے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین!

(رپورٹ: عبدالواسع)

دعائے صحت

☆ قرآن اکیڈمی لاہور کے کارکن آزاد خان کی اہلیہ کی انجیوگرافی ہوئی ہے
☆ نوشہرہ کے رفیق جناب اصغر علی خان کو دل کا دورہ پڑا ہے۔
☆ لطیف آباد کے مبتدی رفیق سید یاسر علی شاہ کی ساس روڈ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے شدید علیل ہیں۔
☆ تنظیم اسلامی گڑھی شاہو کے ملتزم رفیق حمید اللہ روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہوئے ہیں
☆ گلشن معمار کراچی کے رفیق جناب رحمت اللہ قادری کے بیٹے کی ٹانگ کا آپریشن ہوا ہے
☆ گلشن معمار کراچی کے رفیق جناب محمد فیضان علی کے والد محترم ہسپتال میں زیر علاج ہیں
☆ گلشن معمار کراچی کے رفیق جناب مجتبیٰ خان کے والد محترم کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے
☆ ناظم آباد تنظیم کے امیر جناب سید فاروق احمد کے 5 ماہ کے بیٹے کا دماغ کا آپریشن ہے
☆ وسطی کراچی کے رفیق جناب نصیب خان کے بیٹے کی ٹانگ کا آپریشن ہوا ہے
☆ حلقہ کراچی شمالی بفرزون شادمان کے رفیق جناب طاہر محمود کے والد کا آپریشن ہوا ہے

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

دعائے مغفرت إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ قرآن اکیڈمی لاہور کے کارکن ارشاد علی کے بڑے بھائی زوار حسین دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے
☆ ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی کے معاون نصیر احمد خان کی اہلیہ وفات پا گئیں
☆ ناظم آباد حلقہ کراچی شمالی کے رفیق جناب محمد آصف خان کی دادی رحلت فرما گئیں
☆ گوجرانوالہ کے رفیق محمد طیب کی ساس قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں
☆ ملتان کینٹ کے رفیق سید جہانزیب اسلم شاہ کی بھابھی وفات پا گئیں
☆ ملتان کینٹ کے رفیق محمد سلیم اختر کے ماموں وفات پا گئے ہیں
☆ فیصل آباد غربی کے معتمد فیضان حسن جاوید کے کزن انتقال کر گئے
☆ فیصل آباد غربی کے نقیب اسرہ اسد الرحمٰن کی نانی وفات پا گئیں
☆ بہاولپور کے منفرد رفیق محمد منشاء وڑائچ کے والد وفات پا گئے
☆ حلقہ کراچی شمالی گلستان جوہر 2 کے رفیق جناب دانیال احمد خان کے والد وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

تنظیمی اطلاعات

حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم ''شاہ فیصل'' میں عبدالجلیل کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم شاہ فیصل میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 اپریل 2015ء میں مشورہ کے بعد عبدالجلیل کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم ''ہارون آباد غربی'' میں محمد شفیق کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب شرقی کی جانب سے مقامی تنظیم ہارون آباد غربی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 اپریل 2015ء میں مشورہ کے بعد محمد شفیق کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ اسلام آباد کی مقامی تنظیم ''کورنگ ٹاؤن'' میں محمد اسعد جعفری کا بطور امیر تقرر

قائم مقام امیر حلقہ اسلام آباد کی جانب سے مقامی تنظیم کورنگ ٹاؤن میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 اپریل 2015ء میں مشورہ کے بعد محمد اسعد جعفری کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

بقیہ: اداریہ

اجتماعی سطح پر مستقل اور پائیدار سہارے کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے اللہ کے دین کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ براہ کرم اس کو تھام کر تو دیکھیں، شب و روز بدل جائیں گے۔ سب کچھ بدل جائے گا۔ ماضی پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ عیش و عشرت کرنے والے اور ظل الٰہی کہلانے والے بادشاہوں کو دنیا تاریخ کے کوڑے دان میں پھینک چکی ہے لیکن سیاسی سطح پر عمر بن عبدالعزیزؒ اور عسکری سطح پر خالد بن ولید، طارق بن زیاد اور صلاح الدین ایوبی آسمانِ دنیا پر ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں (ہم نے خلفائے راشدین کی مثال اس لیے نہیں دی کہ وہ بہت بلند اور ارفع ہیں، اُن کے مقام کو کون پاسکتا ہے)۔ پاکستان کو امن کی آماجگاہ بنانا ہے تو مودی کا مقابلہ محمود غزنوی اور ٹیپو سلطان بن کر کریں۔ ہم اگرچہ امن اور صلح جوئی کی طرف مکمل طور پر رغبت رکھتے ہیں لیکن اپنے وجود کے دشمن کو اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی مجبوری ہے۔ ہم اپنی سیاسی قیادت سے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ وہ قائم علی شاہ والی روش ترک کریں۔ اگر اب بھی انہوں نے آنکھیں نہ کھولیں تو پانی سر سے گزر جائے گا۔ انگریزی کا ایک محاورہ ہے: it is never too late to mend آئینی تقاضے کے مطابق پاکستان کو حقیقت میں اسلامی فلاحی ریاست بنائیں تاکہ فوج کو اپنی اصلی ذمہ داریاں ادا کرنے کا موقع میسر آئے۔ کام کی تقسیم اس طرح ہو کہ سول حکومت اسلامی نظام قائم کر کے نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرے اور فوج جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے فارغ ہو۔ فوج سول حکومت اور اداروں کا ہر حکم مانے سوائے اُس حکم کے جو نظریۂ پاکستان سے متصادم ہو، بالفاظ دیگر جو شریعت کے منافی ہو۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: آداب معاشرت

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ تحریر فرماتے ہیں: "اگر اللہ تعالیٰ والدین کے خیال رکھنے کا حکم نہ فرماتے اور ان سے حسنِ سلوک کی تاکید نہ بھی فرماتے، تب بھی عقل سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اُن کا حق بہت ضروری اور اہم ہے، چہ جائیکہ اللہ جل شانہٗ نے اپنی سب کتابوں تورات، زبور، انجیل، قرآن کریم میں ان کے خیال رکھنے کا حکم فرمایا۔ تمام انبیا کرام علیہم السلام کو اُن کے حق کے بارے میں وحی بھیجی اور تاکید فرمائی اور اپنی رضا کو والدین کی رضا کے ساتھ وابستہ کیا اور ان کی ناراضگی پر اپنی ناراضگی مرتب فرمائی۔"

(تنبیہ الغافلین)

والدہ کی ان عظیم قربانیوں اور خدمات کا صلہ کوئی بھی انسان عمر بھر نہیں دے سکتا۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اپنی ماں کو سخت گرم و پتھریلی زمین میں اپنے کندھوں پر اٹھا کر چھ میل لے گیا۔ وہ زمین اتنی گرم تھی کہ میں اگر اس پر گوشت کا ایک ٹکڑا ڈال دیتا تو وہ پک جاتا! کیا میں نے ان کے احسانات کا بدلہ ادا کر دیا؟ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: ((لَعَلَّهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لِطَلْقَةٍ وَاحِدَةٍ)) "شاید درد زہ (ولادت کے وقت کے درد) کی ایک ٹیس و تکلیف کا بدلہ ہوگیا ہو (باقی تکالیف اور احسانات تو اس کے علاوہ بہت ہیں)۔" (مجمع الزوائد: 2/435)

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کے حقوق پہچاننے اور ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

"قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی" میں

30 مئی تا 5 جون 2015ء

(بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک نماز جمعہ)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

☆ فرائض دینی کا جامع تصور

(عبادتِ رب، شہادت علی الناس، اقامت دین)

برائے رابطہ: 0332-1333395/021-34306041

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

"قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی" میں

5 تا 7 جون 2015ء

(بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

مدرسین ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے،

زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0345-2789591، 021-34816580-81

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

What is Wrong With Our Education System?

By Khalid Baig

Quick question: Who discovered America? The almost guaranteed answer: Why, Columbus, of course. The bright student may even know the famous story that Columbus thought he had reached India and therefore called the people he found Indians.

If providing sound knowledge and developing critical thinking capabilities are any goals of an education system, the answer highlights the miserable failure of the education system prevalent in the Muslim world today on both counts. For no one asks the obvious: How can anyone be credited with discovering a land that was already heavily populated? Columbus was the first European to discover America, not the first man. Hundreds of thousands of other men and women had reached there before him and had been living for centuries. The assertion about Columbus reveals a Euro-centric mindset but the bias goes undetected and unquestioned.

This is not the only questionable fact that our schools and colleges, and textbooks and teachers have been dispensing. In every field of study, they have been passing on "facts", ideas, values, assumptions, perspectives, explanations, "truths", and principles that are questionable, secular and anti-Islamic. All while sincerely believing that they are providing a great service by promoting education.

Education is a wonderful thing. But, what are we really teaching?

In science, we are teaching our students to look at the universe from the viewpoint of a person who does not know God. "And how many Signs in the heavens and the earth do they pass by? Yet they turn their faces away from them." [Yusuf, 12:105]. A proper study of science would make one appreciate both the Power, Majesty, and Grandeur of Allah's creations and the humbleness and limitations of human knowledge and abilities. Today our science education, in its best form, gives exactly the opposite message. It also fails to enable students to separate scientist's opinions from their facts. Let's ask: In the wide Muslim world is there any, Islamic school teaching science whose graduates can challenge Darwin's Theory of Evolution on scientific grounds? As we teach science, are we teaching our children to put science in its proper place, to know its limitations? Can they competently question the "technological imperative"?

A medical doctor would not be considered competent if he did not know the limitations of the medicines and procedures he used. An engineer would be considered unqualified if he did not know the limitations of his tools. Why then our teaching of science does not include a discussion of its limitations? Because for the secular mindset science is the ultimate tool, the supreme arbiter of Truth and Falsehood. **Without even realizing it, we have accepted the proposition and our science education reflects that assumption.**

The problem is not limited to science and technology. The best of our MBAs have learned that the goal of a business is to maximize profits, the goal of marketing is to create demand, and the proper way of making business decision is through cost-benefit analysis. All of these are as solid in their eyes and as questionable in reality as the assertion about Columbus. The best of our journalism graduates do not have a different model for journalism than the one presented by the West. They do not have their own definition of the news, their purpose for gathering it or their own moral standards that must regulate its dissemination. In economics we have been teaching that human beings are utility-maximizing

animals governed by Maslow's hierarchy of needs. In our teaching of history, we see random events without a moral calculus driving them. We do not see Allah's laws that govern the rise and fall of nations. In psychology or sociology, medicine or engineering, civics or geography, it is the same story. In fact, our schools and colleges have been the main agency for secularization of Islamic societies. They have been effectively teaching that Islam is irrelevant to understanding this world or to solving its problems. Many of their graduates develop misunderstandings and doubts about their faith. But even when they are strong practicing Muslims, they have not been trained and educated to detect and challenge the secular dogmas that have been integrated into their curriculums.

This great tragedy is of a recent origin and a historical perspective may be helpful. For centuries our societies, culture, and education system were free of the secular/religious dichotomy. Our schools taught all subjects of importance using a *naturally unified* approach. As long as Muslims were the leaders in all the sciences (until the fifteenth century C.E.) subjects like medicine, astronomy, and chemistry had not developed their secular biases.

The dichotomy started in the West during its "Renaissance" as it threw away its religious dogmas--which had become a burden--and found a speedy path to material progress using a-religious or secular approaches. The industrial revolution gave it momentum. Colonialism brought secular ideology and the religion of secular humanism to the Muslim lands.

At this time, Muslims were at a low point on several fronts. They had surrendered intellectual leadership to the West and had failed to keep pace with scientific developments there. They found themselves in a no-win situation. If they accepted and taught the Western sciences, they would also be teaching anti-Islamic dogmas. If they stayed isolated, they would be left behind in science and material progress.

In response, Muslims developed two approaches. Our Darul-ulooms preserved Islamic knowledge and values by hermetically sealing themselves against western influences. It is due to this effort that Islamic knowledge is alive and well today. (Where they were lax in this matter --- as in some Arab countries--- the result was a compromise in their Islamic character without any advantage in the quality of education.) However, they are not equipped to provide leadership in most other areas of the society. This role has gone to the graduates of the Western-style schools and colleges. Unfortunately, these schools and their curriculum nurture secular ways of looking at this world and solving its problems. The tensions created by the two diametrically opposed systems can be seen today in every Muslim country.

This dichotomy must end. We cannot move forward without revamping our education. We cannot fully establish Islam in our societies without producing educated citizens and leaders needed for an Islamic society. **The time is now to develop Integrated Islamic curriculums and remove secular biases from all of our education.** Merely establishing more schools is not the answer. Developing educational institutions that can teach *every* subject in the wholesome Islamic context is. It is a monumental task. But without it we'll continue to spread ignorance in the name of education.

Courtesy: http://www.albalagh.net

A viewpoint of Global Issues from an Islamic perspective
Fortnightly newsletter
PERSPECTIVE
Tanzeem-e-Islami
A trend setting newsletter from Tanzeem-e-Islami focuses on candid commentary of current affairs in the light of Quran and Sunnah.
A blend that gives Muslims an insight into the events unfolding in the present and the Signs of things to come
Read and Download this from
www.tanzeem.org